پیشوا انٹرنیشنل

اردو زبان میں لندن سے گزشتہ 5 برس سے شائع ہونے والا منفرد سہ ماہی رسالہ

جلد 6۔ شمارہ 1۔ جنوری تا مارچ 2019ء۔ زیرِ ادارت رانا محمد حسن خاں

2 London Road, SM4 5BQ , Morden Surrey
Tel:020 36747009 , Mobile: 07792998973
Email: peshwaltd@gmail.com
www.peshwa.co.uk

RH Dream Weddings

RH DREAM EVENTS LIMITED

TEL: 020 3674 7909 MOB: 077 9299 8973

- Venue Hire
- Decoration
- Catering
- Cutlery & Crockery
- Service Staff

BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER

Package Price

- Event Management
- Cinematic Videography
- Photography
- DJ-Dhoolchi
- Chauffeur Service

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey

Tel. 020 3674 7909 - Mob. 077 9299 8973 (Mon-Fri 10:00 - 17:00)

Email: info@rhacs.co.uk - Web: www.rhdreamweddings.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

چیف ایڈیٹر رانا محمد حسن خاں

نائب ایڈیٹر محمد ثاقب رشید مارکیٹنگ مینیجر رانا عبدالصمد خاں سرورق محمد سلیم انصاری

خصوصی تعاون آر۔ایچ ایکسیڈنٹ کلیم سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس شمارہ میں

آیات قرآن الحکیم۔حدیث النبیؐ۔مشعل راہ (''ماں باپ بچّوں سے ناجائز محبت نہ کریں'') 2

اداریہ ''جنگ،جیسنڈا آرڈن اور اقلیتیں'' 3

سر چوہدری محمد ظفراللہ خان اور مراکش کی آزادی 4

قومی ترانہ کے خالق ابوالاثر حفیظ جالندھری 7

کرشن کنہیا کے حضور!!

فرید خان شیر شاہ سوری 9

مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط 7) 13

علامہ اقبال،نہرو اور محمد علی جناح 18

''سرہو گئے اقبالؔ'' 20

محبت قاتل ہے؟ 21

افسانچے۔بے ایمان،قول و فعل،فیصلہ،سبق،خاموش دھماکہ 23

برقع پوش کتابیں (ادبی چوریاں) قسط 2 24

مودی کی پاکستان کو ایک اور گیدڑ بھبھکی 27

کیا یہ وہی دَور تو نہیں؟ 30

یورپ کے احیائے علوم پر اسلامی اثرات 32

ہومیو پیتھک نسخہ جات (معدہ کی بیماریاں 4) 36

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (قسط 5) 38

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 17) بیوی مسلمان اور کافر شوہر۔آپ مسلمان ہو جائیں۔چلتی گاڑی میں نماز۔جنّات کا بے ہوش ہونا۔جن کی شرارت۔ شاہ شرف اور مرضِ کوڑھ۔تجدید ایمان و نکاح۔مولوی نہیں مانتا۔اسمبلی میں نماز 41

کڑوا سچ۔(افسانہ) 44

مذہب،جھوٹی گواہی اور قانون 46

شعر و شاعری: امتہ الباری ناصر صاحبہ۔سیمابؔ اکبر آبادی۔مصطفیٰ زیدی۔ارمؔ زہرا۔جمشیدؔ اعظم چشتی۔منیرؔ احمد باجوہ۔آفتاب حسین۔جون ایلیاء۔احمد ندیمؔ قاسمی۔ابوالمجاہد۔ 47

باتبصرہ خبریں۔عدالتوں کے فیصلے۔سعودیہ میں پاکستانیوں کی حالت زار 50

PESHWA MAGAZINE INTERNATIONAL

2.London road Morden Surrey SM4 5BQ. UK

Tel.020.36747909. E-mail. peshwaltd@gmail.com

قیمت فی شمارہ 1 پاؤنڈ ... سالانہ ممبرشپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈ یورپ 18 یورو آسٹریلیا و امریکہ 25 پاؤنڈز

www.peshwa.co.uk

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آیت قرآن الحکیم

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ۔

اور جب انسان کو کوئی تکلیف چھو جاتی ہے تو وہ اپنے ربّ کو اس کی طرف جھکتے ہوئے پکارتا ہے پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس بات کو بھول جاتا ہے جس کے لیے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا اور وہ اللہ کے شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اس کی راہ سے گمراہ کردے۔ تُو کہہ دے کہ اپنے کفر سے کچھ تھوڑا عارضی فائدہ اُٹھالے۔ یقیناً تُو اہل نار میں سے ہے۔ (سورۃ الزّمر۔ آیت ۹)

حدیث النبی ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

ما نقصت صدقة من مال وما زادالله عبدابعفو الا عزا۔ وما تواضع احد لله الا رفعه الله۔

(ترجمہ): صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور عفو کرنے سے اللہ بندہ کو عزت میں ہی بڑھاتا ہے اور کوئی بھی اللہ کی خاطر انکساری نہیں کرتا ہے مگر اللہ اس کا درجہ بڑھاتا ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب)

مشعل راہ۔ ’’ماں باپ بچّوں سے ناجائز محبت نہ کریں‘‘

بچے عام طور پر اخلاق ماں باپ سے نہیں سیکھتے بلکہ زیادہ تر اخلاق دوسرے بچوں سے سیکھتے ہیں مگر ماں باپ کے لئے یہ پتہ لگاتے رہنا فرض ہے کہ بچے کیا سیکھ رہے ہیں۔ اور یہ کوئی مشکل بات نہیں کیونکہ بچے جو کچھ دوسروں سے سیکھتے ہیں وہ جھٹ دوسروں کے سامنے بھی کرنے لگ جاتے ہیں اس طرح اُن کے عیوب کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اگر ماں باپ عمدگی سے ان کی اصلاح کرنی چاہیں تو بہت آسانی سے کر سکتے ہیں لیکن بہت ہیں جو بچے کی ایسی حرکات پر جو ناپسندیدہ ہوتی ہیں پیار اور محبت کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اگر ایک آدھ دفعہ کہہ بھی دیا تو پھر خیال نہیں رکھتے۔ اور بہت سے ایسے ہیں کہ اگر اُن کو اُن کے بچّوں کے عیب بتلائے جائیں تو وہ لڑنے لگ جاتے ہیں اور خواہ مخواہ اپنے بچے کی تائید کرنے لگ جاتے ہیں اور بعض اوقات بچّوں کی لڑائی کی وجہ سے بڑوں میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ تو سب سے پہلی اور نہایت ضروری بات یہ ہے کہ ماں باپ بچّوں سے ناجائز محبت نہ کریں۔ اگر کوئی اُن کے بچّے کے متعلق شکایت کرے تو اس کی اصلاح کی تجویز کریں۔ اگر بچّہ جھوٹ بولتا ہے یا چوری کرتا ہے یا کوئی اور بدی اس میں ہے تو اسے سرزنش کریں لیکن ایسی بھی سختی نہ ہو کہ بچّہ ان سے چھپ کر بدی کرنے لگے۔ بعض لوگ اتنی سختی کرتے ہیں کہ بچّہ پھر یہ کوشش کرتا ہے کہ میرے عیب کا ماں باپ یا کسی اور کو پتہ نہ لگے۔ اس طرح وہ پوشیدہ عیب کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور ایسے بچّوں کے عیوب کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ اس بات کی بھی نگرانی کرنی چاہیے کہ بچّہ چھپ کر عیب نہ کرے تا اُس کے عیوب کا پتہ لگتا رہے اور اس طرح بڑی آسانی سے اُس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

(بحوالہ اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۵۹۔ مرسلہ انا ثمرین صاحبہ۔ نیو جرسی امریکہ)

اداریہ

جنگ، جیسنڈا آرڈن اور اقلیتیں

قرض کھا رہے ہیں ، سود پی رہے ہیں | اہل وطن خوش ہیں کھا پی رہے ہیں

غیر متوقع بھارت کی جارحیت اور پھر ہزیمت اٹھا کر اس کا رسوا ہونا قصہ پارینہ ہو چکا ہے۔ اس بے ہودہ جنگ کا فائدہ صرف اور صرف مودی کو اور پاک فوج کو ہوا اور ہندوستانی اور پاکستانی عوام اور خاص طور پر کشمیریوں کے حصے میں لاشیں اور مہنگائی ہی آئی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ بھارت اور پاکستان کے ارباب اختیار ہوش کے ناخن لیتے ہوئے وہ اقدامات کریں گے جن کے نتیجے میں سیاست دانوں یا جرنیلوں کو نوازنے کی روش ترک ہو جائے اور دونوں ممالک کے عوام کا معیار زندگی بلند ہو۔ دوسری بات یہ کہ دونوں ممالک اپنے اپنے وجود کو ہر قسم کی دہشت گردی سے پاک کریں۔ ہمیں تو حیرت ہوتی ہے کہ پاکستان تقریباً ایک سو ارب ڈالر کا مقروض ہے اور بھارت میں کم از کم ایک کروڑ لوگ فٹ پاتھ پر سوتے ہیں، اور حکمران جنگ جیسے خونی اور مہنگے کھیل کو بند کمروں میں بیٹھ کر دیکھنے کے متمنی ہیں۔ اللہ عقل دے۔

ابھی منحوس جنگ کا غلغلہ ختم ہوا ہی تھا کہ نیوزی لینڈ کا سانحہ دنیا بھر کے اہل دل حضرات کے دل زخمی کر گیا۔ کرائسٹ چرچ میں قائم دو مساجد کو ایک مقامی باشندے نے نشانہ بنایا اور فائرنگ کر کے ۵۰ نمازیوں کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔ نیوزی لینڈ کی بلند حوصلہ اور اعلیٰ روایات کی امین وزیر اعظم جیسنڈا آرڈن نے جس طرح دنیا بھر کے مسلمانوں سے ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا اس نے عالمی طور پر انہیں شہرت اور عزت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ جیسنڈا آرڈن کا یہ فقرہ تاریخ میں ہمیشہ جگمگاتا رہے گا کہ ”مرنے والے ہمارے تھے، مارنے والے ہمارے نہیں ہیں۔“ وزیر اعظم نیوزی لینڈ، جیسے مدبر اور انسانیت سے پیار کرنے والے لیڈر اگر ۹۰ کی دہائی میں ہوتے تو کم از کم ایک کروڑ انسان جنگ کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہتے۔ جیسنڈا آرڈن جیسا کوئی لیڈر اگر پاکستان یا ہندوستان میں ہوتا تو کشمیر آزاد ہوتا اور فوجوں کا حجم نہایت مختصر ہو کر عوام کے لیے آسانیوں کا باعث بنتا۔ مسلمان ممالک کو بغور مطالعہ کرنا چاہیے کہ جیسنڈا آرڈن جو کہ لامذہب ہے اس نے وہ کیا کیا جس نے ساری دنیا کو اس کا گرویدہ کر دیا۔ جب ہم وطن عزیز میں اقلیتوں سے ساتھ بہیمانہ اور بربریت کا سلوک دیکھتے ہیں اور حکمرانوں اور منصفوں کی نام نہاد بے بسی دیکھتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ذرا تصور تو کیجیے قارئین کرام کہ آٹھ عیسائی عورتوں کو کمروں میں بند کر کے باہر دروازے کو تالا لگا کر آگ لگا دی گئی اور خواتین کو زندہ جلا کر راکھ بنا دیا گیا۔ وطن عزیز میں ہر وہ بربریت کا واقعہ مل جائے گا جو تاریخ میں جنونیوں کا آزمودہ ہو گا۔ عیسائی خاتون شمع جو کہ حاملہ تھی کو اور اس کے شوہر کو مذہبی نفرت کی بنا پر جنونیوں نے زندہ بھٹی میں پھینک دیا۔ ہزارہ برادری کے ۱۸۰ افراد کو مار دیا گیا اور ہزارہ برادری سخت سردی میں لاشیں اپنے درمیان رکھ کر احتجاج کرتی رہی۔ ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء کو دو احمدیہ مساجد پر جنونیوں نے آٹومیٹک رائفلوں، گرنیڈوں سے حملہ کر دیا۔ ان جنونیوں میں خودکش بمبار بھی تھے۔ کم از کم ۹۰ افراد کو شہید کر دیا۔ ان شہداء میں چار سال کے بچے اور ۹۹ برس کے بزرگ بھی تھے۔ آل پاکستان ہندو رائٹس موومنٹ کے مطابق ہندوؤں کے ۴۲۸ مندروں مندر تھے اور اب صرف بیس مندر پاکستان میں بچے ہیں۔ کم سن بچوں کی شادی کے حوالے سے بھی پاکستان عالمی طور پر بدنام ہے۔ بائیس فیصد بچیوں کی شادی ۱۸ برس کی عمر سے پہلے کر دی جاتی ہے، ۱۲، ۱۳ سالہ بچیوں کی بھی شادی کر دی جاتی ہے۔ اور ہندو کم عمر بچیوں کو اسلام قبول کرا کے شادی رچانا بھی عام ہے۔ اے ارباب اختیار! ہوش کیجیے اور ایسی قوانین سازی کیجیے جس سے پاکستان میں بسنے والی اقلیتیں سکھ چین کی زندگی گزار سکیں۔

سر چوہدری محمد ظفراللہ خان اور مراکش کی آزادی

تحریر: ابن رانا محمد خاں

میرے ایک دوست نے چند برس قبل مراکش میں ایک فام ہاؤس خریدا تھا۔وہ سال میں دو مرتبہ مراکش جاتے ہیں۔گزشتہ دنوں وہ مجھے ملنے میرے دفتر میں آئے تو انہوں نے مراکش کے متعلق بہت کچھ بتایا۔باتوں باتوں میں مَیں نے ان سے پوچھا کہ مراکش کی فرانسیسی تسلط سے آزادی میں پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر چوہدری محمد ظفراللہ خان کا بھی ہاتھ تھا کیا کسی مراکشی کو اپنے اس محسن کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے بھی سنا ہے؟ اس سوال کے جواب میں میرے دوست نے بتایا کہ عمر رسیدہ لوگوں سے جب میں نے پوچھا کہ کیا آپ چوہدری محمد ظفراللہ خان کے نام سے واقف ہیں تو وہ سمجھ نہ پائے مگر جب انہیں کہا کہ ظفراللہ پاکستانی تو ان بزرگوں میں سے اکثریت کے چہروں پر چمک آگئی اور انہوں نے نہایت عقیدت سے ظفراللہ خان کے مراکش پر احسان کا ذکر کیا۔آج بھی ایسے لوگ مراکش میں موجود ہیں جن کے والدین نے اس عظیم احسان پر جس کا ذکر ذیل میں کیا جائے گا، ان کے نام ظفراللہ رکھے تھے۔آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ کیا احسان تھا جسے مراکشی قوم آج تک بھلا نہ سکی ہے۔

۱۸۶۷ء تک مراکش براعظم افریقہ کا سب سے زیادہ دولت مند ملک تھا۔ مراکش ہی وہ پہلا ملک تھا جس نے سب سے پہلے امریکہ کو بطور آزاد ملک تسلیم کیا تھا۔مراکش کی دولت اور محل وقوع نے یورپین ممالک کو اس متمول ملک کی طرف متوجہ کیا اور جلد ہی فرانس اور اسپین نے مراکش کو زیر کر کے

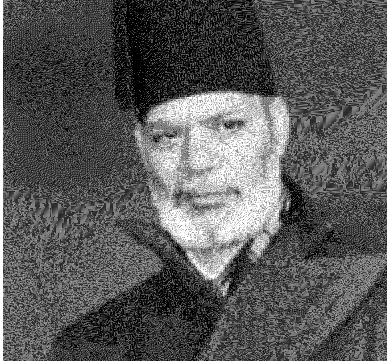

فخرِ پاکستان سر چوہدری محمد ظفراللہ خان

اپنے تسلط میں لے لیا۔۳۰ مارچ ۱۹۱۲ء کو معاہدہ فاس (فاس، مراکش کے کثیر آبادی والے ایک شہر کا نام ہے) کے تحت مراکش کو فرانس کی کالونی بنا دیا گیا۔دوسری جنگ عظیم کے فوراً بعد کئی مراکشی قومی سیاسی جماعتوں نے ملک کی آزادی کا مطالبہ کر دیا۔شاہ پنجم جنہیں فرانسیسی حکومت نے جلا وطن کر دیا تھا زبردست احتجاج کے بعد انہیں واپس مراکش آنے کی اجازت دے دی۔ مراکش کے شاہ محمد پنجم نے آزادی کے لیے بھرپور کوشش کی۔

۱۹۵۲ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر مراکش کی آزادی کے لیے اقوام متحدہ میں آواز بلند کرنے کے لیے مراکش کے شاہ محمد پنجم نے تحریک آزادی مراکش کے سرگرم لیڈر احمد عبدالسلام بلفرج کی قیادت میں ایک وفد بھجوایا۔ جب سیکورٹی کونسل میں مراکش کی آزادی کے حق میں آواز بلند کرنے کے لیے احمد عبدالسلام بلفرج کھڑے ہوئے تو وہاں موجود فرانسیسی نمائندے نے احمد عبدالسلام بلفرج کو یہ کہہ کر خطاب کرنے سے روک دیا کہ ''مراکش چونکہ فرانس کی کالونی ہے لہٰذا احمد بلفرج کو اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے بولنے کی اجازت نہیں۔'' اجلاس میں پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر چوہدری محمد ظفراللہ خان بھی موجود تھے۔انہوں نے جب احمد بلفرج کے ساتھ فرانسیسی نمائندے کا ہتک آمیز سلوک دیکھا تو احمد بالفرج کو پاکستانی شہریت کی پیشکش کی اور اسی رات انکی ہدایت پر پاکستانی سفارتخانہ نے عبدالسلام بالفرج کو پاکستانی پاسپورٹ جاری کر دیا گیا۔اس طرح سے دوسرے روز احمد بالفرج نے ایک پاکستانی کی حیثیت سے پاکستان چیئر سے

مراکش کے پہلے وزیراعظم احمد عبدالسلام بالفرج

جنرل اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کیا اور مراکش کی آزادی کے حق میں

آواز بلند کی جس نے مراکش کی آزادی کی تحریک میں نئی روح پھونک دی۔اور ۱۹۱۲ء سے قائم فرانسیسی تسلط بالآخر ۱۹ نومبر ۱۹۵۶ء کو مراکش کی آزادی کے ساتھ ختم ہوگیا۔اور ہسپانیہ اور فرانس سے آزادی ملنے کے بعد مراکش کے بادشاہ محمد پنجم نے احمد عبدالسلام بالفرج کو مراکش کا پہلا وزیراعظم نامزد کیا۔یاد رہے مشہور سیاح ابن بطوطہ اور فاتح اسپین طارق بن زیاد کا تعلق مراکش سے تھا۔

مراکش کے اعزازی قونصل جنرل مرزا اشتیاق بیگ صاحب جنہیں مراکش کے شاہ نے مراکش کے قومی اعزاز ''وسان علوی'' سے نوازا تھا(ایک تقریب میں اسے گنوا بھی بیٹھے ہیں۔اس مراکش کے شاہ کے اعزاز کے لیے برپا کی جانے والی تقریب میں اسپیکر سندھ اسمبلی آغا سراج درانی بھی شریک تھے۔)اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:۔

''احمد عبدالسلام بالفرج جب تک زندہ رہے اپنے دفتر میں ملاقات کے لیے آنے والے ہر شخص کو پاکستانی پاسپورٹ دکھاتے ہوئے فخر سے بتاتے تھے کہ مراکش کی آزادی کی تحریک میں پاکستانی پاسپورٹ نے ان کی بڑی مدد کی۔جب وہ وزیراعظم تھے،انہوں نے پاکستانی پاسپورٹ کی کاپی اپنے دفتر میں آویزاں رکھی۔احمد عبدالسلام بالفرج کے تاریخی پاکستانی پاسپورٹ کی ایک کاپی آج بھی میرے پاس موجود ہے۔''
(ادارتی صفحہ۔شاہ محمد ششم کی تخت نشینی کی سترہویں سالگرہ از اعزازی قونصل جنرل مرزا اشتیاق بیگ۔(روزنامہ جنگ ۱۷ اگست ۲۰۱۶ء)

اعزازی قونصل جنرل
مرزا اشتیاق بیگ

چوہدری محمد ظفراللہ خان جیسا ایک بھی وزیر خارجہ پاکستان کو دوبارہ نہیں ملا۔بلاشبہ محمد ظفراللہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔ ۲۰۱۲ء میں مراکش کے شاہ ششم کی جانب سے جب مراکش میں پاکستان کے سابق سفیر جناب رضوان الحق محمود کو مراکش کے قومی اعزاز وسان علوی سے نوازا تو انہوں نے تقریب سے جو خطاب کیا اس میں مراکش کی آزادی اور پاکستان کی مراکش کے ساتھ محبت کا ذکر کچھ اس طرح کیا تھا۔

and September 1952 that H.E.Mr. Ahmad Balafrej Mr. Allal-Al Fassi went to the United Nations Security for independence Council to Plead Morocco's case while Mr. Ahmad Balafrej was making his speech, an objection that the French Ambassador raised since France was the recognized ruler, Mr Ahmad behalf of Morocco. The Balafrej could not speak on objection was sustained and he was stopped from making his speech. Mr.Balafrej approached Pakistan's Foreign Minister.Sir Zafarullah Khan, who delegation to the UN was leading the Pakistan Security Council and sought his advice.Sir Zafarullah issuance of a Pakistani Khan immediately ordered passport to Mr. Ahmad Balafrej and asked him to Pakistan Chair and plead for Morocco's speak from independence.This historical event is a vivid proof how we in Pakistan feel for our Moroccan friends.

[Moroccan magazine.Diplomatica 45 .Published on Jan 14, 2012]

پاکستان کے نامور سپوت سر چوہدری محمد ظفراللہ خان کی اسلامی دنیا کے لیے خدمات کو آج تک عالمی طور پر سراہا جارہا ہے اور سراہا جاتا رہے گا۔چوہدری صاحب کی اعلیٰ خدمات کا ذکر ان ممالک کے روبرو کر کے جن کی خدمت چوہدری صاحب نے کی تھی،پاکستان کی دوستی کی گہرائی تو ناپی جاتی ہے مگر وطن عزیز میں اس اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک کی پہچان صرف اور صرف احمدی یا قادیانی کی ہی ہے۔بہت کم پاکستانی ہیں جو ان کی قابلیت کے معترف ہیں۔ حامد میر جیسے نام نہاد صحافیوں کی بھرمار نے تاریخ پاکستان کو آلودہ کر دیا ہے مثلاً حامد میر کہتے ہیں کہ''سر ظفراللہ خان کے بارے میں سب جانتے تھے کہ احمدی ہیں اور قائداعظم بھی قادیانیوں کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے لیکن وہ انہیں ساتھ لے کر چلنا چاہتے تھے۔'' (روزنامہ جنگ لندن۔۱۱ دسمبر ۲۰۱۷ء ختم نبوت اور بھٹو کا سیکولرازم)

حامد میر کے اس بیان کا پہلا حصہ سچ ہے اور دوسرا حصہ مکمل جھوٹ ہے اور قائداعظم جیسی عظیم ہستی پر ناقابل برداشت اور قابل نفرت الزام ہے۔قائداعظم کا نظریہ اس معاملہ میں واضح اور دوٹوک یہ تھا کہ''جو بھی خود کو مسلمان کہتا ہے،اسے مسلمان ہی سمجھا جائے۔''اور احمدیوں نے کبھی بھی خود کو غیر مسلم نہیں کہا ہے۔اللہ قوم کو اپنے نامور سپوتوں کو پہچاننے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور تاریخ کو سچائی سے مزین کرنے کی جرأت عطا فرمائے۔

’’فربہ جسم ایک لعنت ہے‘‘

دیوان سنگھ مفتوںؔ لکھتے ہیں کہ ’’ مَیں اگست ۱۹۴۲ء میں جب کانگریسی حضرات کے ساتھ نظر بند کیا گیا تو میرا وزن تین من دس سیر تھا۔مَیں دیکھنے میں ایک ریچھ معلوم ہوتا تھا۔اور دوسروں کو تو کیا اپنے جسم سے مجھے بھی نفرت تھی مگر کیا کرتا۔صبح پانچ بجے سے رات کے نو دس بجے تک جو شخص کرسی پر بیٹھا کام کرتا رہے،اگر گھر یا دفتر سے باہر بھی نکلے تو موٹر میں۔اور کئی ماہ تک ایک فرلانگ بھی چلنے کا اتفاق نہ ہو،اس کے جسم میں تناسب قائم رہنے کا سوال ہی کیا تھا۔جیل میں جانے کے بعد مَیں نے سوچا کہ نامعلوم اس نظر بندی سے رہائی کب نصیب ہو۔دن بھر سوائے کتابیں پڑھنے کے دوسرا کوئی کام نہیں،کیوں نہ ورزش شروع کی جائے،چنانچہ میں نے جیل میں ورزش شروع کر دی۔سب سے پہلے صبح جیل کے اندر دیوار کے ساتھ ساتھ پیدل چکر لگاتا اور ایک گھنٹہ کے قریب چلتا تاکہ تین میل کی مسافت طے ہو جائے،اس کے بعد ایک گھنٹہ ڈنڈ پیلتا اور پیٹ کو کم کرنے کی ورزش کرتا،اسی طرح شام کو۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب پیرول پر دس دن کے لیے جون ۱۹۴۳ء میں رہا کیا گیا تو میرا وزن دو من دس سیر تھا یعنی ایک برس میں میرے وزن میں ایک من یا ۸۰ پونڈ کی کمی ہو گئی۔گویا کہ دوسرے لوگوں نے ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۳ء میں قوم کے لیے روپیہ دیا اور خون بہایا اور مَیں نے قوم کو ایک من چربی نذر کر دی۔۔۔

مَیں دو دن لاہور رہا جس دوست سے ملتا وہ مجھے کمزور سمجھ کر اظہار ہمدردی کرتا۔’’جیل میں انسان کمزور ہو جاتا ہے‘‘۔ ’’جیل کی زندگی دوزخ کے برابر ہے‘‘۔’’تم تو پہلے سے آدھے رہ گئے‘‘۔’’جیل میں غم کرتے ہو گے‘‘۔’’گورنمنٹ بڑی ظالم ہے،بے گناہ کو پکڑ لیا اور صحت تباہ کر دی‘‘۔وغیرہ۔مَیں ان کم بختوں کو کیا جواب دیتا۔مَیں چربی کم ہونے کے باعث پہلے سے زیادہ طاقت محسوس کرتا تھا،کام زیادہ کر سکتا تھا،طبیعت میں میں بشاشت زیادہ محسوس کرتا تھا،یا صحیح معنوں میں انسان بن گیا تھا۔مگر یہ اظہار ماتم کرنے والے مجھے کمزور سمجھتے گویا کہ ان کے خیال میں چربی ہی قوت اور طاقت کا دوسرا نام ہے۔حالانکہ چربی ضرورت سے زیادہ تو جسم کے لیے ایک لعنت ہے۔‘‘ (ناقابل فراموش۔سوانح حیات دیوان سنگھ مفتوںؔ)

حق فرید یا فرید کے نعرے

ایک دفعہ جناب پیر مہر علی شاہ حضرت بابا فرید شکر گنج کے عرس مبارک پر حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔لوگ حق فرید یا فرید کے نعرے لگا رہے تھے۔ایک آدمی نے جناب پیر مہر علی شاہ سے اعتراض کیا کہ یہ کیا ہے،لوگ ایسا کیوں کہتے ہیں اللہ کو یاد کیوں نہیں کرتے تو جناب پیر مہر علی شاہ نے جواب دیا کہ کیا تُو نے قرآن نہیں پڑھا **فاذکرونی اذکرکم** ۔ترجمہ:پس تم مجھے یاد کرو مَیں تمہیں یاد کروں گا۔بابا صاحب ساری عمر اللہ اللہ کرتے رہے اب اللہ اپنا وعدہ ایفا فرما رہا ہے کہ بندوں کی زبان پر حق فرید یا فرید کے نعرے ہیں۔یہ عین منشاء الٰہی کے مطابق ہے۔

(تذکرۂ خاکی۔قلندر سید افتخار حسین شاہ۔صفحہ ۲۴۔)

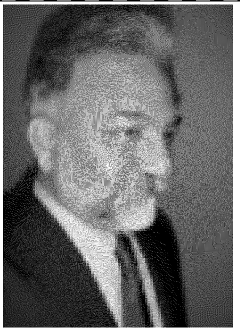

قومی ترانہ کے خالق ابوالاثر حفیظ جالندھری کرشن کنہیا کے حضور!!

تحریر: ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا

ہندوؤں کے نزدیک کرشن کنہیّا کا وجود اُن کے خداوشنو کا اس زمین پر آٹھواں ظہور تھا۔ان کا جنم دن (جنم اشٹمی) ہندو کیلنڈر کے مطابق گھٹتے چاند کی آٹھویں تاریخ (کرشنا پاشا) کو ہوا تھا۔چاند کی تاریخوں کے مطابق یہ جنم دن جولائی یا اگست میں منایا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ کرشنا کا مطلب کالا ہوتا ہے۔چونکہ ان کے ظہور سے شر کی طاقت زائل اور ماند ہو کر اس کا منہ کالا پڑ گیا تھا اس لئے کرشنا کہلائے۔لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اپنی سیاہی مائل سانولی رنگت کی بنا پر بھی کرشنا کا نام پایا ہو۔چنانچہ ایک حدیث بیان کی جاتی ہے جس کے مطابق **کَانَ فِی الهندِ نبیًا۔ اَسوَد اللَّونِ۔اِسمُه کاھِناً۔** (بحوالہ تاریخ ہمدان دیلمی باب الکاف)۔یعنی ہندوستان میں ایک نبی تھا جس کا رنگ کالا تھا۔اور اس کا نام کاھن تھا۔

حضرت خواجہ غلام فرید نے رام چندر جی اور کرشن جی کے بارہ میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ تمام اوتار اور رشّی لوگ اپنے اپنے وقت کے پیغمبر اور نبی تھے''۔(المقابیس المجالس صفحہ ۳۴۰)۔

دو برس پیشتر جمیعت العلمأ اسلام ہند کے مفتی محمد الیاس صاحب کے اس بیان پر بڑی لے دے ہوئی تھی جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ''ہم بھی ہندو ہیں (اس لئے کہ ہندوستان میں رہتے ہیں) شنکر جی ہمارے اسلام دھرم کے پہلے نبی ہیں،انہیں ہم آدمؑ کا نام دیتے ہیں جو پہلے لنکا میں آئے تھے۔ہندوستان ہمارا جنم بھومی بھی ہے اور دھرم بھومی بھی ہے۔''

گزشتہ سال حضرت کرشن جی کا جنم دن چودہ اگست کو تھا جبکہ پاکستان کا سترواں یوم آزادی،پاکستان کے علاوہ پوری دنیا میں دھوم دھام،جوش وخروش (اور گرما گرم بحث مباحثوں) کے ذریعہ منایا گیا تھا۔اس دلچسپ توارد کے حوالہ سے کچھ ہندو بھارتی مبصرین پاکستان کے سترویں جنم دن کو کرشن اشٹمی کے دن منعقد ہونے کو بھی اپنی طرف سے کچھ گہرے رنگ اور مفہوم ومعانی عطا کرتے نظر آئے۔ایک صاحب نے پاکستان کے قومی ترانہ کے خالق ابوالاثر حفیظ جالندھری صاحب کی ایک نظم کے حوالہ سے لکھا کہ انہیں ہندوؤں کے خدا کرشن میں جلوۂ الوہیت دکھائی دیا تھا اور انہوں نے اپنی اس کیفیت کو اس نظم کے پڑھنے والوں یا سننے والوں کو ہی نہیں بلکہ ''دیکھنے والوں'' کے لئے قلمبند کیا جو انہی کی کیفیت کو اپنے اوپر وارد کر کے ان کے ساتھ کرشن جی کا ''درشن'' کر سکنے کے اہل ہو سکیں۔(ڈان آن لائن۔اشاعت August 30, 2017)

مندرجہ بالا تمام حقائق وواقعات (اور اتفاقات) پر کوئی تبصرہ کئے بغیر راقم نے مناسب سمجھا کہ حفیظ جالندھری صاحب کی مذکورہ نظم ''کرشن کنہیا'' کی قلبی وجدانی کیفیات منتخب اشعار کی شکل میں قارئین تک بھی پہنچا دوں۔''آ جا میرے کالے'' کے الفاظ مذکورہ حدیث سے مطابقت رکھتے ہیں اور روایات کے مطابق آخری زمانہ کلجگ میں کرشن جی مہاراج کا ظہور ثانی ایک کلنکی اوتار کی صورت بھی ہندوستان میں ہونا بیان کیا جاتا ہے:۔

اے دیکھنے والو۔۔اس حسن کو دیکھو۔۔اس راز کو سمجھو!
یہ نقشِ خیالی۔یہ فکرتِ عالی
یہ پیکرِ تنویر۔یہ کرشن کی تصویر
معنی ہے کہ صورت۔صنعت ہے کہ فطرت
ظاہر ہے کہ مستور۔۔نزدیک ہے کہ دُور۔۔یہ نار ہے یا نُور!

☆☆

دنیا سے نرالا۔۔یہ بانسری والا۔۔گوکل کا گوالا!
ہے سحر کہ اعجاز؟۔کھلتا ہی نہیں راز

حیراں ہوں یہ کیا ہے؟۔اک شانِ خدا ہے
بتخانے کے اندر،۔۔خود حسن کا بت گر،۔۔بُت بن گیا
آ کر!

☆☆

بنسی میں جو لے ہے،۔۔نشہ ہے نہ لے ہے،۔۔کچھ اور
ہی شئے ہے!
اک روح ہے رقصاں۔اک کیف ہے لرزاں
اک عقل ہے مے جوش۔اک ہوش ہے مدہوش
اک خندہ ہے سیّال۔اک گریہ ہے خوشحال
اک عشق ہے مغرور،۔۔اک حُسن ہے مجبور،۔۔
اک سحر ہے
مسحور!

☆☆

دربار میں تنہا،۔۔لاچار ہے کرشنا،۔۔آ شیام ادھر آ!
سب اہل خصومت۔ہیں درپئے عزت
یہ راج دلارے۔بزدل ہوئے سارے
پروانہ ہو تاراج۔بیکس کی رہے لاج
آجا میرے کالے،۔۔بھارت کے اجالے،۔۔دامن میں
چھپالے!

☆☆

اہم اعلان

دُکھی دُنیا کے دُکھی چہرے میں بَھر دیں رونق　　ایسی خُوشبُو کوئی اب پیار کی ایجاد کریں

ادارہ پیشوا (پرائیویٹ) ایک زیر رجسٹرڈ نمبر ۸۷۴۷۱۵۸ چیرٹی ہے جو معذور اور بے بس مریضوں کو وہیل چئیرز مہیا کرتی ہے۔اور غریب بچوں کو تعلیم جیسا بنیادی حق دلانے کی کوشش کرتی ہے۔سسکتی اور لڑکھڑاتی زندگیوں کی مدد کے لئے قدم بڑھانا نہایت ثواب کا کام ہے۔ زمین پر گھسٹ گھسٹ کر ہر لمحہ مرنے والوں کی مدد کرنا تمام انسانوں کا فرض ہے۔ اگر آپ غریبوں، بے بسوں، بے کسوں اور لاچاروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنے عطیات جمع کروائیں۔(نئ اور پرانی وہیل چئیرز بھی عطیہ کی جاسکتی ہیں)

Account # :(Barclays Bank): 90730343　Sort Code: 208420

برائے مہربانی اپنے چیک پیشوا لمیٹڈ کے نام سے ارسال فرمائیں۔

2.London Road,Morden,Surrey,SM4 5BQ. UK

E-mail. : Tel. 020.36747909: Mob. 07792998973

peshwaltd@gmail.com

فرید خان شیر شاہ سوری!

تحریر: عتیق الرحمٰن، مرکزی ناظم اطلاعات ونشریات، تحریک نفاذ اردو پاکستان

محمد بن قاسم کے بعد سلطان محمود غزنوی نے افغانستان سے آکر ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کی۔ محمود غزنوی کے بعد یکے بعد دیگرے مختلف بادشاہ محمد تغلق، قطب الدین ایبک، محمد غوری، سلطان لودھی، ابراہیم لودھی، بابر سمیت کئی حکمران آئے اور انہوں نے برصغیر پر حکمرانی کی۔ ان حکمرانوں نے اپنے تئیں کوشش کی کہ وہ اس خطہ کو مسلمانوں کی عظیم ریاست کے طور پر مضبوط بنائیں اور اس میں وہ بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے تاہم ایسے میں ایک ایسے خانوادے کا ظہور عمل میں آیا جن کو بادشاہت کی مسند اگرچہ مختصر وقت کے لیے میسر آئی مگر اس خاندان کے چشم و چراغ نے برصغیر پر طویل ترین حکومت کرنے والے مدبر ترین حکمرانوں کی خدمات کو بھی ماند کر دیا۔

سلطان بہلول نے اپنے دور حکومت میں افغانستان کے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ ہندوستان میں آکر آباد ہوں تو میں ان کو جائدادیں اور سہولیات و مناصب عطا کروں گا۔ اس میں اس کا خاص مقصد یہ پنہاں تھا کہ وہ افغانیوں کو جائدادیں دیکر اپنی حربی قوت کو بہتر کر لے گا۔ اس پیشکش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابراہیم خان سور بھی ہندوستان میں آکر آباد ہوا۔ ابراہیم خان اور اس کے بعد اس کے بیٹے کو سلطان بہلول کی جانب سے شہس رام کا پرگنہ عطا ہوا۔ سلطان بہلول کے بعد سکندر لودھی حاکم ہوا۔ ابراہیم خان کی وفات ہوئی تو جونپور کے حاکم جمال خان نے حسن خان کو بلا کر اس کے باپ کی جاگیر کے ساتھ کچھ اور قطع اراضی عطا کی۔

حسن خان کے ہاں فرید خان کی پیدائش 1486ء میں ہوئی۔ فرید خان کے والد حسن خان اپنی (کنیز) بیوی کی محبت کے اسیر ہونے کی وجہ سے فرید خان اور اس کے بھائی نظام خان کو کوئی اہمیت نہ دیتا تھا کہ اس کو فرید خان کی سوتیلی ماں فرید کے خلاف اکساتی رہتی تھی۔ فرید خان کی سوتیلی ماں یہ جانتی تھی کہ فرید خان ایک باصلاحیت وہوشیار نوجوان ہے اور حسن خان کا بڑا بیٹا ہے اس وجہ سے اس کی جائداد کا وارث وامین بھی یہی ہوگا۔ اس بنا پر وہ حسن خان کو ستی رہتی تھی اور فرید خان کے خلاف سازشوں کے جال بنتی رہتی تھی۔ گھر کے حالات ناموافق ہونے کی وجہ سے فرید خان باپ سے ناراض ہو کر جونپور چلا گیا۔ ایسے میں حسن خان کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں فرید خان جمال خان کو ساری روداد نہ کہہ سنائے اور وہ مجھ پر غاصب ہو۔ لہذا اس نے خود ہی بیٹے کی ناراضگی کے احوال لکھ بھیجے اور کہا کہ فرید خان کو سمجھائیں اگر وہ گھر واپس لوٹنے پر رضامند نہ ہو تو اس کی تعلیم کا اپنی زیر نگرانی انتظام کر لیں۔ فرید خان کو گھر کا مناسب ماحول نہ ملنے کی وجہ سے وہ جونپور میں جا کر تعلیم حاصل کرنے لگا جہاں پر اس نے عربی وفارسی اور ہندی میں ادراک حاصل کیا اور علوم ظاہری کی ساتھ علوم باطنی پر بھی توجہ دی اور اس کی خاصیت یہ تھی کہ وہ علماء ومشائخ کا نا صرف احترام کرتا تھا بلکہ ان سے برابر استفادہ و مشورے بھی کرتا تھا۔

حسن خان امور جائداد انجام دینے کے سلسلہ میں مشاورت کے لیے جب جمال خان کے پاس آیا تو اس کو جمال خان اور اس کے دوستوں نے سمجھایا کہ تمہارے بعد تمہارا بڑا بیٹا اصل وارث ہے اور اس کے ساتھ اس قدر دوری بہتر نہیں ہے لہذا صلح صفائی کر کے اپنے ہوشیار وباصلاحیت بیٹے کو رام کر لو۔ ایسے ہی فرید خان کے دوستوں نے اس کو بھی سمجھایا کہ اپنے باپ کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرو۔ جمال خان اور فرید خان کے دوستوں کی جانب سے اس نصیحت کا اثر یہ ہوا کہ باپ بیٹے میں صلح ہوگئی اور حسن خان نے فرید کو دو پرگنے عنایت کیے کہ ان کے امور کی نگہداشت کرے۔ فرید خان نے باپ سے التجا کی کہ وہ اپنے پرگنوں میں کسی کی بھی دخل اندازی برداشت نہیں کرے گا چنانچہ فرید خان کو باپ کی جانب سے سلطان سکندری لودھی کے دور حکومت میں سہسرام اور خواص پور کے پرگنوں میں مطلق اختیار مل گیا تو اس نے وہاں عدل و انصاف کا دور نافذ کیا اور اس نے عاملوں، مقدموں اور پٹواریوں کے مظالم سے کسانوں اور رعایا کو عافیت و سلامتی فراہم کی۔ دونوں پرگنوں میں چور بازاری ولوٹ مار اور ظلم و جبر کے جتنے بھی سلسلے تھے سب کا خاتمہ کر کے کسانوں اور لوگوں کے دلوں میں فرید خان نے اپنے لیے امتیازی مقام پیدا کر لیا اور ان دونوں پرگنوں میں زندگی کو پرامن وخوشگوار بنالیا۔ تاہم سوتیلی والدہ اور سوتیلے بھائی کی سازشوں کے سامنے فرید خان کے والد نے سر تسلیم خم کیا بغیر الزامات کی تحقیق کیے بیٹے سے تعلقات کشیدہ کر لیے۔ جس کے نتیجے میں دانشمندی اور خودداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرید خان پرگنوں کے انتظام چلانے سے مستعفی ہوگیا۔

فرید خان سہرسرام اور خواص پور کی امارت کو چھوڑ کر کان پور پہنچا جہاں پر اس کے رشتہ داروں نے خوب خاطر مدارت کی اور وہ اپنے عزیز کے کہنے پر اسماعیل خان کے ہمراہ آگرہ پہنچا۔ آگرہ سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں حکومت کا مرکز مقرر رہوا۔ فرید خان کے آگرہ آنے کے بعد سلطان ابراہیم لودھی بادشاہ بنا۔ فرید خان نے ابراہیم لودھی کے مشیر خاص امیر دولت خان کی ملازمت اختیار کی۔ امیر دولت خان فرید کی غیر معمولی صلاحیتوں سے خوش ہوا اور اسی اثناء میں فرید خان کا باپ فوت ہو گیا تو امیر دولت خان کی سفارش پر ابراہیم لودھی نے باپ کی جاگیر فرید خان کے سپرد کر دی۔ فرید خان سلطان ابراہیم سے جاگیر لے کر 1520ء میں سہسرام پہنچا اور اس کا سوتیلا بھائی سلیمان چوند کے حاکم محمد خان کے پاس چلا گیا جو فرید خان کا دشمن وحریف تھا۔ اگرچہ فرید خان کو بادشاہ کی جانب سے جاگیر مل چکی تھی مگر اس وقت ریاست کے حالات مخدوش ہو چکے تھے چہار جانب سے شورشیں بپا تھیں اور ناصر خان لوہانی و دریا خانی لوہانی جو اودھ پور سے تھے انہوں نے پورے علاقہ بہار کو اپنے قبضہ میں لے لیا تو فرید خان نے عافیت جانی کہ وہ ابراہیم لودھی جو بے قوت ہو چکا تھا کو چھوڑ کر دریا خان کے بیٹے بہار خان کی پناہ میں چلا جائے۔ اسی دوران 1522ء میں ظہیر الدین بابر نے حملہ کر کے ابراہیم لودھی کو قتل کر دیا اور وہ ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔

فرید خان بچپن سے ہی بہادر و جری اور وفادار انسان تھا اس کا نتیجہ ہے کہ اس نے بہار میں بہار خان کا ہر مقام پر ساتھ دیا اور یہاں تک کے بہار خان نے خود اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے بہار میں اپنی حکومت قائم کر لی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دینے کے ساتھ اپنی ریاست کا سکہ بھی الگ جاری کیا۔ ایک بار فرید خان بہار خان کے ساتھ سفر پر تھا کہ راستے میں شیر بہار خان پر حملہ آور ہوا تو فرید خان درمیان میں لپکا اور اس نے شیر کو آگے کے دونوں پاؤں سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور اس کی گردن کو اپنی تلوار سے جدا کر کے بہار خان کی خدمت میں پیش کیا۔ بہار خان فرید خان کی اس قدر جرأت و بہادری کو دیکھ کر انگشت بدندان ہو گیا اور اس موقع پر اس نے فرید خان کو شیر خان کا خطاب دیا۔ بہار خان نے اس کو اپنے بیٹے کا اتالیق مقرر کر دیا جہاں اس نے جلال خان کی تربیت وخدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور اسی اثنا میں بہار خان سے اجازت لے کر اپنی آبائی جاگیر سہسرام چلا گیا اور وہاں پہنچنے کے بعد اس کو سلطان محمد بہار نے مغل فوج کے حملوں کی وجہ سے واپس آنے کا کہا مگر وہ نہ لوٹا تو بہار خان کے دل میں کدورت پیدا ہوئی۔

شیر خان کے حریف محمد خان سور کی جانب سے بہار خان کو برانگیختہ کیا گیا کہ وہ شیر خان سے جاگیر واپس لے کر اس کے سوتیلے بھائی سلیمان خان کے حوالے کر دے۔ بہار خان نے جاگیر تو نہ لی مگر محمد خان سور کو کہا کہ وہ شیر خان اور سلیمان خان کے مابین صلح کرائیں۔ شیر خان اس بات سے دلبرداشتہ ہوا اور سخت کلمات پر مشتمل مکتوب بہار خان کو لکھ بھیجا۔ چھوٹے بھائی کے مشورے پر شیر خان مغلوں کے حاکم اعلیٰ جنید برلاس کی پناہ میں چلا گیا۔ 1527ء میں کنوا کی جنگ کے بعد جنید برلاس نے آگرہ کا قصد کیا تو اپنے ساتھ شیر خان کو بھی ہمراہ کر لیا۔ آگرہ پہنچ کر اپنے بھائی اور ظہیر الدین بابر کے سرکردہ سے کہہ کر فرید خان کو بابر کی فوج میں ملازمت دلوادی۔

فرید خان، بابر کی فوج میں سوا سال تک موجود رہا مشرقی صوبوں کی لڑائی میں فتح حاصل کرنے کے بعد بابر نے شیر خان کو بطور انعام اس کی جاگیر دوبارہ سونپ دی۔ شیر خان کو اپنے پرگنوں (اضلاع) کے ساتھ چوند اور دیگر سرکاری پرگنے بھی مل گئے تو اس نے افغانیوں کو بھاری معاوضوں کے عوض اپنے ساتھ شامل کر لیا اور اس نے اپنے پرگنوں میں اس قدر اصلاحات نافذ کیں کہ لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے۔ ایسے میں فرید خان نے مغل فوج کی کمزوریوں اور بدانتظامیوں کا باریک بینی سے جائزہ لیا تو کہنے لگا کہ اگر مجھے مخلص افغان دوست میسر آجائیں تو میں مغلوں کو ضرور ملک بدر کرونگا۔ باوجود سمجھائے جانے کے وہ اس طرح عزم کا اعادہ برسرعام کرتا رہتا تھا۔ شیر خان نے مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے اپنے حریف محمد خان سور کے ساتھ تعلقات کو بہتر کر لیا اور اختلافات کو ختم کر دیا۔ بابر کو شیر خان کی باتیں پہنچ رہیں تھیں تو اس نے دعوت طعام کا اہتمام کیا تو شیر خان نے دسترخوان پر خنجر سے گوشت کاٹ کر چمچ کی بجائے خنجر سے ہی بابر کی موجودگی میں کھانا کھایا تو بابر اس کے عزائم خطرناک کو بھانپ گیا اور اس کی کی نگرانی کا حکم دیا اور کہا بہتر یہ ہوگا کہ اسے گرفتار کر لو مگر قریبی درباری کے کہنے پر اسے گرفتار تو نہ کرایا مگر نظر رکھنے کا کہہ دیا۔

سلطان سکندر لودھی کے بیٹے سلطان محمود نے اپنے بھائیوں سے مل کر دہلی میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تو شیر خان نے بھی اس کا ساتھ دیا اور شیر خان نے اس سے یہ وعدہ تحریراً لے لیا کہ اگر اس نے جون پور کو فتح کر لیا تو بنگال وآسام اور بہار جو شیر خان نے بہادری سے فتح کیے تھے وہ اسے واپس کر دے گا۔ تاہم شیر خان کو جب یہ اطلاع ملی کہ ہمایوں پیش قدمی

کررہا ہے تو اس نے ہمایوں کو پیغام بھجوایا کہ میں تو یہاں زبردستی لایا گیا ہوں مجھے سلطان محمود سے کوئی سروکار نہیں آپ حملہ کریں میں اپنے ساتھی الگ کرلوں گا۔ ہمایوں نے کہلا بھیجا کہ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ ہمارا ساتھ دو۔ ہمایوں کے سامنے ریاست کو مسخر کرنے کے بڑے چیلنج موجود تھے جس کی بنا پر وہ بنگال اور چنار کے قیمتی قلعہ کو چھوڑ کر گجرات کی سمت روانہ ہوگیا۔ شیر خان نے چلاکی و بیداری کے ساتھ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمایوں کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کا وفادار رہوں گا بطور ضمانت اپنا بیٹا بھیج رہا ہوں حکم عدولی پر اس کو سزا دی دیجئے گا۔ گجرات سے ہمایوں پلٹا تو خبر ملی کہ شیر خان سرکشی و بغاوت کر چکا ہے۔ ہمایوں نے لشکر تیار کر کے قصد کیا تو شیر خان نے چنار قلعہ اور بنگال گوڑ میں اپنے لشکر مضبوط کر لیے۔ شیر خان چنار قلعہ کی نگرانی وحفاظت دوسرداروں کو دیکر جنگل میں چلا گیا اور روہتاس کے راجہ چوڑامنی جو پرانا دوست تھا کہ ذریعے قلعہ روہتاس میں پناہ گزین ہوا۔ یہاں اسے اطلاع ملی کہ چنار پر ہمایوں کا قبضہ ہوگیا ہے تو شیر خان نے خواص خان کے بھائی کو بھائی کا عہدہ ورتبہ دیکر جلال خان کی مدد کے لیے بنگال بھیج دیا۔

ہمایوں نے اپنے سفیر شیخ خلیل جو کہ فریدالدین گنج شکر کی نسل سے تھے کو شیر خان کے پاس بھیجا کہ شیر خان موجودہ مقام سے کچھ کوس پسپائی کرلے اور ہم اس کا پیچھا کر کے واپس لوٹ جائیں گے۔ شیخ خلیل نے شیر خان کی کرم نوازی و دلجوئی کو دیکھا تو اس نے کہا کہ تم مجھ سے مشورہ کر رہے ہو تو مشورہ نیک نیتی سے دیتے ہیں آج موقع ہے ہمایوں سے بھڑ جانے کا اس کی فوج کی صفیں غیر مستحکم ہیں اور آگرہ کی بغاوت سے بادشاہ کی ہیبت ٹوٹ چکی ہے۔ ورنہ ہمایوں موقع پا کر پھر تم سے صلح توڑ دے گا۔ شیخ خلیل کے مشورہ کے بعد شیر خان نے اپنی فوج کو صورتحال سے آگاہ کر کے اگلی صبح ہمایوں کے لشکر پر حملہ کرنے کا فیصلہ سنایا۔ چنانچہ شیر خان نے طلوع آفتاب سے قبل ہی ہمایوں کی فوج پر حملہ کر دیا کہ وہ اپنے خیموں سے نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ تہہ تیغ کر دیئے گئے اور ہمایوں بھی اپنی جان بچا کر وہاں سے فرار ہوگیا۔ شیر خان کی فوج نے دور تک اس کا پیچھا کیا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ اس فتح کے بعد شیر خان نے اپنا خطاب حضرت اعلیٰ رکھ لیا۔

ہمایوں بابر کو شیر خان شکست فاش سے دوچار کر کے بادشاہ بن گیا اور شیر خان نے تخت نشین ہوکر اپنے لیے شیر شاہ کا خطاب مقرر کیا۔

شیر شاہ کا ایک کارنامہ جرنیلی سڑک بھی ہے۔ جرنیلی سڑک یا شاہراہ اعظم یہ ایک قدیمی راستہ تھا کہ یہاں سے موریائی 03 قبل مسیح اور سکندر اعظم اور دیگر تجارتی وفوجی قافلوں کی راہ گزر کے طور پر موجود رہی۔ اس کا نام انگریز دور میں گرینڈ ٹرنگ روڈ رکھ دیا گیا۔ شیر شاہ سوری نے سہسرام کو آگرہ سے ملانے کے لیے ایک سڑک تعمیر کرائی اور پھر اس کو مغرب کی جانب ملتان اور مشرق کی جانب سونار گاؤں بنگا تک بڑھا دیا۔ بعد میں کلکتہ سے پشاور تک یہ سڑک ریڑھ کی ہڈی کی طرح اہمیت اختیار کرگئی۔ شیر شاہ کے جانشینوں اور بعد میں مغلوں نے اس سڑک کو ترقی دی۔ شیر شاہ سوری نے اس سڑک کو ایک مربوط نظام کے ساتھ منظم کر دیا تھا۔ شیر شاہ سوری نے اس سڑک پر سائنٹفک انداز سے چیک پوسٹیں قائم کیں۔ (شیر پور اور شیر گڑھ)، باولیاں اور سرائیں بنوادیں۔ سڑک کے دائیں اور بائیں درخت لگوائے تاکہ گرمی کی شدت سے مسافر مامون رہیں۔ سڑک کی حفاظت کا معقول انتظام کیا اور ڈاک وتجارت میں برق رفتاری پیدا کرنے کی خاطر اس سڑک کو ہموار کرایا۔ سڑک پر سنگ میل نصب کرائے اور دو دو تین تین کوس (میل) پر قصبے اور علاقے آباد کرنے کے ساتھ چیک پوسٹیں قائم کیں اور ان کے قریب مہمان خانے اور مسجد اور کنواں بھی کھدوایا۔ تاکہ مسافر آرام و سکون کے ساتھ یہاں سے سفر کریں اور بھوک و پیاس کی شدت یا تھکوٹ کو دور کرنے کے لیے ستالیں۔ سڑک پر موجود طعام خانے میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے لیے الگ الگ نظام موجود تھا۔

شیر شاہ سوری کی حکومت اس قدر شاندار تھی کہ جلال الدین اکبر نے اس کے اصول حکومت کو بطور رہنما اختیار کیا۔ لیکن بدقسمتی سے شیر شاہ سوری کو مناسب جانشین نہ مل سکا اور جلد ہی ہمایوں بابر جو شیر شاہ سے شکست کھانے کے بعد آگرہ، دہلی، لاہور، ملتان اور سندھ کے راستے ایران فرار ہوگیا تھا شیر شاہ کی وفات کی بعد واپس لوٹا اور شیر شاہ کے وارثوں سے خلعت سلطنت چھین لی۔ شیر شاہ سوری کو حکومت ملتے ساتھ ہی امن وسکون کی زندگی کا موقع ہاتھ نہ آیا برابر وہ سرکشوں اور باغیوں کی سرکوبی میں مصروف رہا اسی سلسلہ میں کالنجر قلعہ کے محاصرہ کے دوران بارود خانہ پھٹنے سے شیر شاہ شدید زخمی ہوا اور قلعہ کی فتح کی خبر سنتے ساتھ ہی ساڑھے پانچ سالہ دور حکومت گزارنے کے بعد 22 مئی 1545ء کو خالق حقیقی سے جاملا۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ شیر شاہ سوری کی مثالی خدمات کو بطور رہنماء استعمال کیا جائے۔ جی ٹی روڈ کو شاہراہ شیر شاہ سوری سے موسوم کیا جائے تاکہ نئی نسل اپنے محسنوں اور عوام دوست صالح حکمرانوں کی تاریخ سے تادم زیست روشناس رہ سکے۔

اعلان برائے اشتہارات

کاروبار کی ترقی کے لیے اشتہارات کی اشاعت عصر حاضر میں کاروباری حضرات کی اہم ضرورت ہے۔ادارہ پیشوا نہایت کم قیمت پر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہے۔

قیمت اشتہارات

A.4 ۔فل سائز۔کلر۔150£	بلیک اینڈ وائٹ 100£
A.4۔ہاف پیج۔کلر۔ 80£	بلیک اینڈ وائٹ 60£
A.4۔کوارٹر پیج۔کلر۔ 50£	بلیک اینڈ وائٹ 30£

پیشوا میں اشتہارات شائع کروانے کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

رانا عبدالصمد خاں 07792998973

AZED&CO

Incorporated Precticing Accountants

Rizwan Azed

B.COM,MBA,AIIA,FSPA

سیلف ایمپلائیڈ،سول ٹریڈر،لمیٹڈ کمپنی اکاؤنٹس،پی سی او ڈرائیور اکاؤنٹس،سیلف ایسیسمنٹ۔
ٹیکس ریٹرن،لمیٹڈ کمپنی فارمیشن۔بک کیپنگ،بجٹ۔بزنس پلان،بزنس سٹارٹ اپ۔

392 London Road   Tel.020 8646 6777
Mitcham Surrey   Fax.020 8646 9416
London .CR4 4EA   Mob.0786 788 6952

E.Mail. azed@azed.fsbusiness.co.uk

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے ادارہ پیشوا کا اتفاق ضروری نہیں ہے

برصغیر پاک و ہند

مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار

(قسط 7)

تحریر: رانا محمد حسن خاں

گزشتہ شمارہ میں انگریزوں کے ہندوستان پر قبضہ سے پہلے ہندوستان پر حکومت کرنے والے چند مسلمان بادشاہوں کی حالت زار اور مسلمانوں کی اخلاقی، علمی اور معاشی حالت کا ذکر کیا گیا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے انگریزوں کے ہندوستان پر قابض ہونے سے بہت پہلے کے چند مسلمان سلاطین کے ادوار کا نہایت مختصر احوال بھی بیان کیا جائے۔ ذیل میں پہلے غزنوی خاندان کا ذکر کیا جائے گا۔

سامانی خاندان کے پانچویں بادشاہ عبدالملک ابن نوح کا ایک ترکی غلام الپتگین تھا۔ یہ ترکی غلام بادشاہ کو بھان متی اور نٹ کے تماشے دکھا کر خوش کیا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اسے اس کی خوبیوں کی وجہ سے خوش ہو کر خراسان کا حاکم مقرر کر دیا۔ بادشاہ عبدالملک نے مرنے سے پہلے اس سے مشورہ لیا کہ میرے بعد میرے بیٹے منصور کو بادشاہ بننا چاہیے یا میرے بھائی کو۔ قاصد کے جواب لانے سے پہلے بادشاہ مر گیا اور امراء نے منصور کو بادشاہ بنا دیا، جب منصور تک الپتگین کا خط پہنچا تو اسے یہ پڑھ کر بے حد غصہ آیا کہ الپتگین نے اسکے چچا کو بادشاہ بنانے کا مشورہ دیا تھا۔ منصور نے الپتگین کو خراسان کی حکومت سے معزول کر دیا اور دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ مگر الپتگین غزنی، ہرات اور بلخ وغیرہ کو فتح کر کے بادشاہ بن گیا اور منصور کو بھی دو جنگوں میں شکست دی۔

الپتگین کا بھی ایک ترکستان سے لایا گیا ایرانی غلام سبکتگین نامی تھا۔ اس کی فراست اور شجاعت نے اسے فوج کا سالار اور سب سے بڑا وزیر بنا دیا۔ یہی نہیں بلکہ الپتگین نے اس سے اپنی بیٹی کا نکاح بھی کر دیا تھا۔ الپتگین کی وفات کے بعد امیر ناصر الدین سبکتگین بادشاہ بن گیا اور اندرونی خلفشار دور کرنے کے بعد ۳۶۷ھ میں ہندوستان کی طرف توجہ پھیری۔ اور بہت سا علاقہ ہندوستان برباد کیا اور دولت لوٹی۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ''جب محمود غزنوی پیدا ہوا تھا تو امیر ناصر الدین سبکتگین نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ہندوؤں کا وہ مشہور بت خانہ جو سودرہ کے کنارے پر واقع تھا مسمار کیا اور اس طرح گویا خداوند باری تعالیٰ کے حضور میں اس لڑکے (محمود) کی پیدائش کا شکر بجا لایا۔''

امیر ناصر الدین سبکتگین کے مرنے کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا امیر اسماعیل سلطان بن گیا۔ محمود غزنوی نے جو غزنی سے دور نیشاپور میں تھا، باپ کی وفات اور بھائی کے تخت نشین ہونے کی خبر سن کر اپنے چھوٹے بھائی کو تعزیت نامے میں لکھا کہ ''امیر سبکتگین میرا تمہارا پشت پناہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اے برادر عزیز مجھے دنیا میں کوئی چیز تجھ سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ اگر تیری عمر بڑی ہوتی اور تو زمانہ کا تجربہ کار ہوتا، سلطنت کی وفائق سے اور ثبات ملک و دولت کے قوائد سے ماہر ہوتا تو میری عین آرزو ہوتی کہ تو تخت پر بیٹھے۔ باپ نے جو تجھ کو جانشین کیا وہ مصلحت تھی۔ تو پاس تھا اس لیے تخت پر بٹھا دیا اب انصاف کی نظر سے تامل کر اور شریعت کے موجب دولت اور ملک کو تقسیم کر اور دارالسلطنت میرے حوالے کر، بلخ خراسان کا ملک تیرے لیے صاف کیے دیتا ہوں۔'' چھوٹے بھائی کے انکار پر دونوں بھائیوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی، میدان جنگ میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ محمود نے جنگ جیت کر بھائی کو گرفتار کر لیا۔ اسے جرجان کے قلعے میں اسباب چین و آرام کے ساتھ قید کر دیا، یہیں قید میں اس کی موت ہوئی۔ (تاریخ فرشتہ)

محمود غزنوی نے اپنے بھائی سے لڑائی اور دوسری اندرونی و بیرونی مہمات سے فارغ ہوتے ہی اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہندوستان پر چڑھائی کر دی۔ اس نے فیصلہ کیا تھا سال میں ایک بار ہندوستان پر چڑھائی کی جائے گی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ غزنی میں قیام کے دوران بھی محمود مسلمانوں کے ساتھ بھی جنگ و جدل میں مشغول رہتا تھا۔ زر و جواہرات حاصل کرنے کا اسے جنون تھا۔ جس طرح آج کل دشمنیاں نبھانے اور جائداد ہتھیانے یا کسی کو بھی ذلیل کرنے کے لیے توہین رسالت کا الزام لگایا جاتا ہے، شاید مسلمانوں میں یہ گندی روایت محمود غزنوی کے واسطے سے پہنچی ہے۔ درج ذیل واقعہ سے تو یہی لگتا ہے۔

مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ ''سلطان محمود کو خبر ہوئی کہ ایک شخص نیشاپور میں دولت رکھتا ہے۔ اس کے حاضر ہونے کا حکم صادر فرمایا جب وہ حاضر ہوا تو سلطان نے فرمایا کہ مجھے خبر لگی ہے کہ تُو ملاحدہ اور قرامطہ میں سے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نہ ملحد ہوں نہ قرمطی ہوں۔ یہ دونوں عیب نہیں

نہیں ۔مگر ایک بڑا بھاری عیب یہ ہے کہ مَیں دولت مند ہوں۔ جو کچھ میرے پاس ہے وہ حضور لے لیں مگر مجھے بدنام نہ کریں۔ سارا مال اس کالے کرفرمان اس کے ایمان دار ہونے کا سلطان نے لکھ دیا۔''

(تاریخ ہندوستان جلد۱ از مولوی ذکاءاللہ دہلوی ۲۹۶صفحہ)

محمود غزنوی دولت کا نا صرف دیوانہ تھا بلکہ وہ اپنے خزانے پر فخر بھی کرتا تھا چنانچہ جب ایک مرتبہ اسے معلوم ہوا کہ امیر نوح سامانی کے پاس سات رطل جواہر ہیں تو اس نے اُس وقت یہ کہا کہ خدا کی عنایت ہے میرے پاس سات سو رطل جواہرات کے ہیں۔

مولوی ذکاءاللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ ''یہ عیب اس میں ضرور تھا کہ وہ اپنے عمدہ کاموں میں دولت کی حرص کو ایسے پیدا کر دیتا تھا کہ وہ کام اچھا بھی برا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے سارے جہاد اور لڑائیاں یہ معلوم ہوتے ہیں کہ فقط دولت جمع کرنے کے لیے تھیں۔''

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ صاحب دہلوی مرحوم فرماتے ہیں:

''(اپنی وفات سے پانچ چھ برس پہلے) اب محمود کا دل لوٹ مار کے حملوں سے بھر گیا تھا اور (قنوج کی فتح کے بعد) ایسی مہموں سے اسے مزا نہ آتا تھا اب ساری توجہ اس بات پر تھی کہ اسلام کی اشاعت میں گو وہ کوئی بڑا آدمی شمار نہ کیا جائے مگر یہ بات تو حاصل ہو کہ بت پرستی کے حق میں وبا سمجھا جائے اور بت شکن نام پائے۔ اس لیے اس نے ارادہ سومنات کیا۔''

سلطان محمود غزنوی کو شاید مندروں کو تباہ کرنے اور انہیں لوٹنے کی لت لگ گئی تھی۔ سومنات کے مندر کی تباہی کرنے سے پہلے وہ متھرا، تھانیسر اور قنوج کے مندروں کو لوٹ کر تباہ کر چکا تھا۔ سمندر کے کنارے ضلع گجرات میں سومنات کا مندر ہندوؤں کے لیے نہایت اہمیت کا حامل تھا، سوم کے معنی چاند اور ناتھ کا معنی آقا ہے، ہندوؤں کا عقیدہ ہے، روحیں بدن سے جدا ہو کر سومنات کی خدمت میں مسئلہ آواگون کی نسبت آتی ہیں اور سمندر کا مدوجزر نہیں ہوتا بلکہ سمندر اس کی پرستش میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ ہندوؤں نے ہر طریقے سے کوشش کی کہ ان کے مذہب کی توہین مندر توڑ کر نہ کی جائے۔ جنگ تین دن تک ہوتی رہی جس میں زیادہ تر ہندوؤں کا پلہ بھاری رہا، شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ صاحب نے لکھا ہے:۔

''راجپوتوں کا حال یہ ہے کہ جیسے وہ جلد سرد ہو جاتے ہیں ویسے ہی جلد حرارت میں بھر آتے ہیں غرض غیرت سے خون ان کا جوش میں آیا اور مسلمانوں سے ایسا لڑے کہ ان کے پیر اکھیڑ دیے، مسلمان نقصان اٹھا کر اُلٹے پھرے۔ مسلمانوں نے تیسرے روز حملہ کیا اور بہت نقصان اٹھایا۔ سلطان محمود مضطرب ہوا اور خدا کی درگاہ میں التجا لایا عجز و نیاز سے دعائیں مانگیں۔'' اور خرقہ شیخ ابوالحسن خرقانی پہنا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کر کے ۵ ہزار ہندوؤں کو مار دیا اور مندر پر قبضہ کر لیا۔ شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''بعد اس فتح کے محمود مندر کے اندر داخل ہوا اور بت کی ناک تبرے سے اڑا دی، اور اسے توڑنے کا حکم دیا تو پجاری بیچارے دوڑ کر پاؤں میں گر پڑے اور عرض کرنے لگے کہ بت کو نہ توڑیں، جس قدر روپیہ چاہیے ہم نذر کر دیں گے۔'' مگر محمود نے انکی ایک نہ سنی اور بت توڑ کر تمام ہیرے جواہرات لوٹ لیے۔ بت کے دو ٹکڑے مدینہ بھیجے، اور دو غزنی۔ اس ضمن میں ابوریحان البیرونی لکھتے ہیں:۔

''سومنات کا بت ۴۱۶ھ میں سلطان محمود نے تڑوا دیا تھا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ اس کا اوپری حصہ توڑ دیا جائے اور باقی ماندہ حصے کو اس کے جڑاؤ غلاف اور جواہرات کے ساتھ اس کے دارالسلطنت غزنی بھیجا جائے۔ اس کا ایک ٹکڑا ایک دوسرے بت چکرسوامی کے ساتھ غزنی کے میدان میں پڑا ہے۔ سومنات کے بت کا دوسرا ٹکڑا غزنی کی جامع مسجد کے دروازے کے سامنے پڑا ہے جس پر لوگ اپنے پیروں کی مٹی اور کیچڑ صاف کرتے ہیں۔''

(کتاب الہند از ابوریحان البیرونی۔ صفحہ ۲۴۵)

کہا جاتا ہے کہ محمود کو سومنات مندر سے جو دولت ملی اسے کسی مہم سے اتنی دولت حاصل نہ ہوئی تھی۔ محمود نے اپنے ۲۵ سالہ دور میں ۱۷ بار ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ سومنات کی فتح کے بعد محمود کی حرص میں اس قدر اضافہ گیا کہ وہ سری لنکا کو فتح کر کے وہاں کے سونے اور جواہرات کی کانوں سے متمتع ہونے کے خواب دیکھنے لگا۔ یہ اچھا ہوا کہ اسکے ساتھیوں کے سمجھانے پر اس خیال سے باز آ گیا، اور واپس چلا گیا۔ ورنہ مزید انسان مرتے۔ نہایت دشواری اور سختیاں جھیل کر واپس غزنی پہنچا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد پھر ہندوستان کے جاٹوں سے لڑنے آ دھمکا۔ اور یہ اس کی آخری مہم تھی۔ ۱۹ اپریل ۴۲۱ھ ۱۰۳۰ء میں ۶۳ برس کی عمر میں اسہال کے مرض میں مبتلا ہو کر محمود غزنوی نے وفات پائی۔

اپنی وفات سے دو دن پہلے حکم دیا کہ سونے، چاندی اور ہیرے، جواہرات کی شکل میں اس کی ساری دولت کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ جس وقت ایک میدان میں شامیانے کے نیچے یہ نفائس سے سجائے گئے وہ ایک چمن معلوم ہوتا تھا۔ وہ سلطان محمود جو اقبال کے گھوڑے پر ہمیشہ سوار رہتا تھا ایک

پالکی میں نیم جان پڑا آیا، چہرہ پر مردنی کی زردی چھائی ہوئی تھی۔ چار سو ارکان سلطنت ایک سکتے کے عالم میں کھڑے تھے۔۔محمود چاروں طرف ان چیزوں کو دیکھتا تھا اور سرد آہیں بھرتا تھا اور روتا تھا۔ پھر وہ ایک میدان سبز میں گیا اور حکم دیا کہ اصطبل سے گھوڑے، اور فیل خانہ سے ہاتھی کوہ پیکر اور شتر خانہ سے شتران قوی ہیکل منگائے جائیں۔ یہ بھی مرصع جھولوں میں ایک طلسم کا عالم دکھا رہے تھے، ان کو بھی دیکھ کر زار زار رویا مگر حیف ہے کہ اس وقت ایک پیسہ کسی کو ہاتھ اٹھا کر نہ دیا۔

مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی محمود غزنوی کی بت شکنی اور اسلامی خدمت کے تناظر میں لکھتے ہیں:۔

''جیسا اس کو مندروں اور بتوں کے توڑنے پھوڑنے کا شوق تھا ایسا ہندوؤں کو مسلمان بنانے کا ذوق نہ تھا۔ کہیں تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کی اس نے اشاعت اسلام اور دعوت اسلام میں ہمت صرف کی ہو۔ گجرات میں اتنے دنوں تک پڑا رہا مگر ایک ہندو کو مسلمان نہ بنایا۔ اس کا طریقہ محمد بن قاسم جیسا تھا کہ ہندوؤں کو مسلمان ہونے کے لیے کہتا پھر جہاد کرتا۔ غرض محمود ان مسلمانوں میں شمار نہیں ہوسکتا کہ جنہوں نے مذہب اسلام کا علم بلند کیا ہو۔ محمود دیندار مسلمان تھا، لڑائی اور جہاد فقط غنیمت کے لیے کرتا۔ جہاں اس کو دولت مل گئی، پھر اس کو کچھ پرواہ کسی بات کی نہ تھی۔ اگر وہ بالاستقلال کسی صوبہ ہندوستان کے قبضہ کرتا تو اسکے ہاتھ ایسی غنیمت تو نہ آتی مگر اسلام کے حق میں زیادہ فائدہ مند یہ امر ہوتا۔ اس نے اسلام کو ایسی ہیبت ناک شکل میں دکھایا کہ ہندوؤں کو اس کی طرف رغبت پیدا نہ ہوئی، بلکہ نفرت زیادہ ہوگئی۔ اور پھر ان کا اسلام میں لانا زیادہ دشوار ہوگیا۔''

جناب منیب رشید صاحب لکھتے ہیں:۔

''اگر غزنوی حکومت کو سلجوقیوں اور شاہان کی حکومت سے مقابلہ کیا جائے تو ظاہر ہوجاتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی میں کس عنصر کی افسوسناک کمی تھی۔ اس کے نام سے کوئی قانون اچھا یا برا جاری نہیں ہوا۔ نہ کوئی مشہور انتظامی حکم اس کے ذکی الفہم دماغ نے اختراع کیا۔ سلطان محمود غزنوی کا دماغ سوائے روز افزوں شان وشوکت کے کسی اور اعلیٰ اور برتر چیز کے تصور سے قاصر تھا۔ مختلف لوگ مثلاً ہندی، افغانی، ترک تاتاری، ایرانی قوت کے زور سے سلطنت میں شامل ہوگئے تھے مگر سوائے اس کے کہ ایک بادشاہ کی رعایا ہونے کے لحاظ سے ایک کہے جائیں اور کوئی رابطہ اتحاد کا ان کے مابین نہ تھا۔ ممکن تھا کہ ایک پر مغز مستحکم اور فائدہ رساں انتظام حکومت کی دیکھ کر وہ اپنی آزادیوں کے سلب ہوجانے کے غم کو بھول جاتے لیکن سلطان محمود غزنوی یہ کہاں سے مہیا کرتا۔ سلطنت کے قائم رکھنے میں اگر کسی کو دلچسپی تھی تو صرف سلطان اور اس کے عمال سلطنت کو۔ چنانچہ جب سلطان محمود غزنوی کی وفات کے نو برس بعد سلجوقیوں نے اس کھڑاگ کو نکال باہر کیا تو کسی نے اس کی قسمت پر چار آنسو بھی نہ بہائے۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر تاریخ مشرق میں سلطان محمود غزنوی کے رتبے کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔'' (سلطان محمود غزنوی از منیب رشید صفحہ ۱۸۹،۱۹۰)

اور مولوی حبیب صاحب، محمود غزنوی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''محمود پکا دنیادار تھا وہ یہ ہرگز گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ مولویوں کو ملکی معاملات میں شریک مشورہ کر کے سر پر چڑھالے اور اپنی عزت واحترام میں فرق دلوائے۔ محمود کے ہندوستانی حملوں کی غایت، نشر واشاعت اسلام نہ تھی، بلکہ دولت وحشمت کی ہوس تھی۔ محمود مذہب کی پیچیدگیوں کو فضول سمجھتا تھا۔۔۔۔ خانگی زندگی میں بھی محمود صفات حسنہ کا نمونہ نظر نہیں آتا۔ مسلمان متعصبین نے خوامخواہ اس کی شخصیت کو اتنا بڑھا چڑھا دیا ہے۔ اخلاق وعادات کے اعتبار سے محمود میں اور پچھلے اگلے بادشاہوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان کی طرح محمود بھی صنف نازک اور بادہ نوشی کا شائق اور شاعری اور موسیقی کا دلدادہ تھا۔ اور افواہ یہ بھی ہے کہ محمود کی ناجائز اولاد بھی تھی۔'' (سلطان محمود غزنوی از مولوی حبیب صفحہ ۳۱)

حقیقت یہی دکھائی دیتی ہے کہ سلطان محمود زبردست لڑاکا سلطان تھا اور لوٹ مار کرنے کے سوا اسے کوئی کام نہ آتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان کے دربار میں جتنے علماء، شاعر اور دوسرے باصلاحیت دانشور تھے اتنے کسی اور بادشاہ کے ہاں نہیں پائے گئے۔ اگر یہ سچ ہے تو مزید صدمہ کی بات ہے کہ اتنے زیادہ عالم مل کر بھی سلطان کو لوٹ مار، قتل وغارت اور ہندوؤں کے مقدس مقامات کو تباہ وبرباد کرنے سے نہ روک سکے۔ مشہور شاعر فردوسی کے ساتھ سلطان نے جو سلوک کی وہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ سلطان محمود نے فردوسی شاہنامہ فردوسی لکھنے پر دینار دینے کا وعدہ کیا تھا مگر فردوسی کے ساٹھ ہزار اشعار کہنے کے صلہ میں ساٹھ ہزار دینار کی بجائے ساٹھ ہزار روپے بھجوادیے۔ فردوسی نے یہ روپے بانٹ دیے، سلطان نے فردوسی کو قتل کرنے کا حکم دیا فردوسی نے معافی مانگ کر اپنی جان بچائی۔ دنیا میں بخیل وحاسد کا لیبل لگنے کے ڈر کی وجہ سے جس دن سلطان نے ساٹھ ہزار دینار بھجوائے اس دن فردوسی فوت ہوا، اسکی بیٹی نے دینار لینے سے

انکار کر دیا۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سلطان کے سامنے کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ سلطان کے مزاج کے خلاف بات کر سکے۔ محمود غزنوی کا رعایا سے تعلق نہ ہونے کے برابر تھا، سوائے ایک دو واقعات کے رعایا کے ساتھ قربت کا کوئی واقعہ یا قانون سازی کرنے کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ عجیب بات یہ ہے کہ قانون سازی کو خلاف اسلام سمجھتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے سلطان کو بتایا کہ تمہارا بھانجا میری بیوی کے ساتھ رات گزارتا ہے اور مجھے مار پیٹ کے گھر سے نکال دیتا ہے۔ اور سلطان کو جو کام آتا تھا اس نے وہی کیا اور بھانجے کو قتل کر دیا۔ ایک عورت نے شکایت کی کہ میرا بیٹا جو ایک قافلے کے ساتھ جا رہا تھا قذاقوں نے اسے قتل کر دیا ہے اور قافلہ لوٹ لیا ہے، ان لٹیروں قاتلوں کو سزا دی جائے تو سلطان نے صاف کہہ دیا کہ اس دور دراز علاقے میں ان پر قابو پانا مشکل ہے، اور عورت نے بھی جواباً کہہ دیا کہ ''جب تجھ سے دور کے ملکوں کا نظم و نسق نہیں ہو سکتا تو پھر کیوں ملکوں کو فتح کرتا ہے اس بات کو خوب یاد رکھو کہ ان کی حفاظت اور حراست کی جواب دہی تیرے ذمہ ہے۔'' اس لعنت ملامت سے سلطان نادم ہوا۔ عورت کو بہت کچھ دے دلا کر راضی اور رخصت کیا۔

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ سلطان محمود نہایت بہادر جنگجو تھا اور اس خوبی نے اسے تاریخ میں زندہ رکھا اور اس میں بھی شک نہیں کہ جس طرح اس کے چہرے پر چیچک کے گہرے داغ اسے پریشانی میں مبتلا کرتے تھے اسی طرح اس کی سیرت پر بھی ہندوؤں کے مندر اور بت تباہ و برباد کرنے اور ہندوستانیوں کے جان و مال لوٹنے جیسے گہرے داغ موجود ہیں اور موجود رہیں گے۔

سلطان محمود کے تین بیٹے تھے۔ پہلے محمود نے امیر مسعود کو ولی عہد مقرر کیا تھا بعد میں ایک دوسرے بیٹے امیر محمد کو جانشین بنانے کا فیصلہ کیا۔ امیر محمد جب تخت نشین ہوا تو امیر مسعود نے اسے پیغام بھیجا کہ ''میں تمہارا ملک نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ میرا نام خطبہ میں اول پڑھا جائے۔'' امیر محمد نے بھائی کو سخت جواب دیا۔ جس پر امیر مسعود نے غزنی پر چڑھائی کر دی۔ اپنے سگے چچا جس کی بیٹی کی شادی امیر محمد سے ہوئی تھی اسے قتل کر دیا اور اپنے بھائی امیر محمد کو اندھا کر کے قید میں ڈال دیا۔ امیر محمد ۵ ماہ سلطان رہا، نو برس قید رہنے کے بعد جب امیر مسعود ہندوستان کو لوٹنے کی مہم میں خود لٹ گیا تو امراء نے امیر محمد کو سلطان بنا دیا۔ چونکہ امیر محمد اندھا تھا اس لیے اس نے ۴۳۲ھ میں اپنے اوباش بیٹے احمد کو تخت سونپ دیا۔ احمد نے سلطان مسعود کو تلوار سے قتل کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زندہ کنوئیں میں مٹی ڈال کر اس کو مٹی سے بھروا دیا۔ سلطان مسعود کا بیٹا مودود باپ کے قتل کے وقت بلخ میں تھا۔ امیر محمد اور اس کے بیٹوں کے ساتھ لڑائی میں مودود فتح یاب ہوا۔ مودود نے امیر محمد اور اس کے دو بیٹوں کے علاوہ دیگر شرپسندوں کو قید کر کے قتل کر دیا۔ مودود کو کسی اور سے کوئی خطرہ نہیں تھا سوائے اپنے بھائی مجدود بن مسعود کے۔ اور سب سے پہلے اس نے مجدود نامی کانٹے کو راہ سے ہٹایا۔ مجدود کی بے پناہ طاقت اور فراست مودود کو بے چین کیے دے رہی تھی۔ مجدود لاہور میں بڑی عید کے دن مردہ پایا گیا۔ مودود، مجدود کے زیر تمام علاقہ کا مالک بن گیا۔ ۴۴۱ھ کو مودود کا انتقال ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا چار سالہ بیٹا مسعود بن مودود کو امراء نے سلطان بنا لیا۔ مگر چند روز بعد باسکین اور دیگر امراء کے مشورہ سے مسعود بن مودود کے چچا ابوالحسن بن مسعود کو سلطنت غزنی کا سلطان بنا دیا۔ ابوالحسن نے پہلا کام یہ کیا کہ مودود کی بیوہ سے شادی رچا لی۔ چونکہ محمود کا ایک صلبی بیٹا عبدالرشید زندہ تھا، اس لیے ابوالحسن کو دھڑکا لگا رہتا تھا کہ نجانے وہ کب آ جائے، اس خوف کو مٹانے کے لیے اس نے خزانے کا منہ کھول دیا رعایا اور سپاہیوں پر لطف و کرم کی بارش کر دی۔ مگر وہ یعنی عبدالرشید جب آیا تو وہ اس قدر خوف زدہ ہوا کہ لڑے بغیر بھاگ نکلا۔ عبدالرشید سلطان بن گیا۔ اس نے سب سے پہلے ابوالحسن کو قید میں ڈالا۔ سلطان عبدالرشید کی حکمرانی کے ایک برس کے بعد، مودود کے برادر نسبتی طغرل نے نمک حرامی کرتے ہوئے غزنی پر حملہ کر کے سلطان عبدالرشید کے علاوہ غزنوی خاندان کے نو افراد کو قتل کر کے بادشاہ بن بیٹھا۔ اور امیر مسعود کی بیٹی سے شادی کر لی۔ وفادار امراء نے طغرل کو قتل کر دیا اور قید میں تین شہزادوں فرخ زاد، ابراہیم اور شاہ شجاع میں سے فرخ زاد بن سلطان مسعود بن محمود غزنوی (عبدالرشید کا بیٹا بھی کہا جاتا ہے۔) کو سلطانی کے لیے منتخب کیا۔ چھ سال غزنی پر حکمرانی کے بعد درد قولنج سے ۴۵۰ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی شاہ ابراہیم سلطان بنا۔ اس سلطان کے بارے میں تاریخ داں اچھے جذبات رکھتے ہیں۔ ابراہیم کی فراست سے سلجوقیوں سے لڑائیوں کا سلسلہ ختم کیا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے مسعود کی شادی ملک شاہ سلجوقی سے کر کے امن قائم کر کے ۴۷۲ھ میں ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا۔ تاریخ داں اس کے ۳۱ سالہ دور حکومت کو اچھا قرار دیتے ہیں اور اسے نیک بادشاہ سمجھتے ہیں، مگر سلطان ابراہیم کی نیکی اس واقع میں دکھائی نہیں دیتی کہ ''قلعہ روپال فتح کرنے کے

RH CATERERS

Our Chefs are dedicated to creating Authentic Dishes.Our Menus offer a wide variety of dishes originating from all parts of the Indian & Pakistani. Sub Continent.We can offer a range of Catering Options such as a sit down Silver Service,a simple Buffet,Multi dish or Karahi Stand service.We are able to cater for any number of guests & our specialized MENUS can be accommodated in any Venue and any budget.A bespoke tailor made Menu can be made upon request. The Complete Catering & wedding package consists of all the necessaries ensuring that you will have the most successful event:

Our Gold pakage includes

- ☆Authentic Asian Catering
- ☆Welcome Drinks Reception (Exotic Fresh Juices)
- ☆Unlimited Soft Drinks & Juices Throughout the day
- ☆Cutlery Crockery & Glassware
- ☆Linen Tableclothes & Napkins
- ☆Professional Uniformed Waitress Staff
- ☆Event Manager & Wedding coordinator
- ☆Kitchen Staff & Porters
- ☆Complete Peace of mind

For further assistance please contact: Tel.020 3674 7909..Mob:077 9299 8973

2 london Road, SM4 5BQ;Morden,surrey.

پیشوا میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

آتش گل

علامہ محمد اقبالؒ، جواہر لال نہرو اور محمد علی جناحؒ

تحریر: رانا عبدالباقی (آتش گل)

تحریکِ پاکستان کی تاریخ میں 23 مارچ 1940 کا دن انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دن برطانوی حکومت ہند کے پُرآشوب دور میں لاہور کے منٹو پارک میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کی زیرصدارت قراردادِ لاہور جسے تاریخ میں قراردادِ پاکستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کے ذریعے برّصغیر ہندوستان میں مسلمانانِ ہند کے قومی نصب العین کا تعین کیا گیا تھا۔ یہ قرارداد دراصل اعادہ تھا حکیم الاُمت علامہ اقبالؒ کی اُس ویژن کا جس میں اُنہوں نے 1930 میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں خطبہء صدارت میں شمال مغربی ہندوستان (موجودہ پاکستان) میں یہ کہتے ہوئے کہ ہندوستان میں مسلمان ایک علیحدہ قوم کہلانے کے حق دار ہیں کیونکہ یہ اسلامی فکر ونظر کے حوالے سے ایک علیحدہ نظریہء حیات رکھتے ہیں جنہیں ایک علیحدہ ریاست کی ضرورت سے علیحدہ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ علامہ کی نگاہ بینا میں جناح ہی وہ واحد شخصیت تھے جو اُمت اسلامیہ کی کشتی منجدھار سے نکال کر کنارے لگا سکتے تھے۔ چنانچہ جب قرارداد لاہور کا 1940 میں لاہور کے منٹو پارک میں تعین کیا گیا تو قائداعظم نے اِسی قرارداد کی روشنی میں جسے تاریخ میں قرارداد پاکستان کے نام سے منسوب کیا گیا ہے کی منظوری کے بعد سیاسی دانشوروں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر آج اقبالؒ زندہ ہوتے تو یقیناً ضرور خوش ہوتے کیونکہ ہم نے ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ وہ چاہتے تھے۔

بھارت کے بانی وزیراعظم جواہر لال نہرو دراصل متحدہ ہندوستان یا اکھنڈ بھارت کے شدت سے حامی تھے۔ اُن کا پہلے دن سے سیاسی بیانیہ یہی تھا کہ کانگریس پارٹی کا اصل مقصد متحدہ ہندوستان کی آزادی ہے اور اِس کے علاوہ ہر چیز فروعی حیثیت رکھتی ہے جبکہ وہ جناح کی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کو انتہا پسند مسلم تہذیب سے تشبیہ دیتے تھے۔ جواہر لال نہرو نے ماضی میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھی کے دیرینہ ساتھی مولانا ابوالکلام آزاد کو کانگریس میں شمولیت پر آمادہ کرنے کے بعد ہندو کانگریس کیلئے سابق صوبہ سرحد میں خان عبدالغفار خان کی خدائی خدمت گار تحریک کے علاوہ جمعیت علمائے اسلام ہند، مجلس احرار اور مسلم مجلس عمل کی حمایت حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہوئے تھے لیکن وہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہے کیونکہ علامہ اقبال نے جواہر لال نہرو سے ملاقات کے دوران صاف گوئی یہ بتا دیا تھا کہ وہ تو قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ادنیٰ سے کارکن ہیں۔ نہرو جانتے تھے کہ مسٹر جناح دوقومی نظریہ کی بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم چاہتے ہیں لیکن نہرو کا کہنا یہی تھا کہ مسٹر جناح کی قومیت کا تصور متحدہ ہندوستان کے تصور سے قطعی بے تعلق ہے۔ نہرو کی فکر کے مطابق بنگال کا ایک مسلمان اور ایک ہندو دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں، ایک ہی زبان بولتے ہیں اور ایک ہی طرح کی رسوم وروایات کے پابند ہیں، پھر کیسے الگ الگ قومیں ہیں یہ بات نہرو کی فہم وادراک سے بالاتر تھی۔ یہ درست ہے کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے بنی انسان کے مختلف گروپس کو مختلف قوموں کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے اور اِسی طرح معنی ومفہوم کے لحاظ سے ملت کا لفظ قوم سے لگا نہیں کھاتا بلکہ اِسے مختلف قوموں کے گروپس کیلئے استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ نہرو کے متحدہ ہندوستان کے فلسفے کی روشنی میں علامہ اقبال اور محمد علی جناح کی ملتِ اسلامیہ کے حوالے سے ہندوستان میں مسلم قومیت کی تشریح اُنکی سمجھ سے بالاتر تھی۔

جواہر لال نہرو ہندوازم کی آفاقیت میں یقین رکھنے کے حوالے سے سمجھتے تھے کہ قدیم ہندوستان اپنی ایک الگ دنیا اور جداگانہ تہذیب وتمدن رکھتا تھا۔ اکثر بیرونی اثرات آکر اِس تہذیب کو متاثر کرتے تھے اور پھر اس کے اندر ہی جذب ہوجاتے تھے، حیرت ہے کہ جواہر لال عوام کو یہ نہیں بتاتے ہیں کہ ہندوازم بھی بیرونی دنیا سے ہی آریا ہندو سماج کے نام سے فاتح کے طور پر ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہوا تھا۔ چنانچہ نہرو کی خواہش یہی تھی کہ برطانوی حکومت سے آزادی حاصل کرنے کے بعد پاکستان بھی بھارت ماتا میں ضم ہونے پر مجبور ہوجائیگا۔ نہرو کا کہنا تھا کہ جب وہ کانگریس کے صدر تھے تو اُنہوں نے مسٹر جناح کو کئی مرتبہ خطوط لکھے، گاندھی جی اور دیگر کانگریسی زعماء نے جناح سے ملاقاتیں بھی کیں یہ جاننے کیلئے کہ جناح لیگ کیا چاہتی ہے اور اُس کے مقاصد کیا ہیں لیکن اُنہیں اپنے سوالوں کا جواب نہیں ملا۔ دراصل قائداعظم چاہتے کہ کانگریس کی لیڈرشپ پہلے مسلم لیگ کو مسلمانوں

کی نمائندہ جماعت تسلیم کرے اور پھر بات چیت شروع کرے جس کیلئے کانگریسی لیڈرشپ تیار نہیں تھی۔ بہرحال قائداعظم کا دوقومی نظریہ دوؤں کیلئے برطانوی حکومت ہند سے آزادی حاصل کرنے کیلئے ایک نفسیاتی اُلجھن کی حیثیت اختیار کر گیا چنانچہ جب قائداعظم کے مطالبے پر تقسیم ہند کیلئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 3 جون کے تقسیم ہند کے فارمولے کا اعلان کیا تو نہرو اور گاندھی نے بھی بامر مجبوری اِسے تسلیم کرلیا تھا لیکن روائتی چناکیہ کوٹلیہ عیار پالیسی کیمطابق نہرو نے آل انڈیا ریڈیو پر اپنی تقریر میں اور کانگریس کی مجلس عاملہ نے اِس فارمولے کی منظوری دیتے ہوئے اِسے عارضی طور پر تسلیم کرنے کا اعلان کیا جبکہ انتہا پسند کانگریسی وزیر داخلہ سردار پٹیل نے ہندو مہا سبھا اور آر ایس ایس کے انتہا پسند ہندوؤں کو تقسیم ہند کے حوالے سے ایک خفیہ اجلاس میں یہ کہتے ہوئے مطمئن کیا کہ برطانوی حکومت ہند سے آزادی حاصل کرنے کیلئے عارضی طور پر تقسیم ہند کو تسلیم کیا گیا ہے جبکہ بھارت ماتا کی صبح آزادی کی گرمی میں پاکستان کی آزادی رات کی شبنم کی طرح آبی بخارات بن کر اُڑ جائیگی۔ ہندو کانگریس اور بھارتی انتہا پسند ہندو تنظیموں کی سازشوں کی تصدیق 14 اگست 1948 میں قائداعظم محمد علی جناح کے قوم کے نام پیغام سے بخوبی ہوجاتی ہے جس میں قائد کہتے ہیں کہ،، ہم نے سال بھر کے حوادث کا مقابلہ حوصلہ اور عزم کیساتھ کیا ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کو بحیثیت قوم ختم کرنے کی منظّم سازش کے خلاف جو کامیابی ہم نے حاصل کی وہ حیرت انگیز ہے۔ مگر یہ کافی نہیں ہے یاد رکھیئے کہ پاکستان کا قیام ایک ایسا واقعہ ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی ۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے۔ مجھے عوام پر کامل بھروسہ ہے کہ وہ اسلام کی تاریخ، شان وشوکت اور روایات کیمطابق عمل پیرا ہونگے۔ قائداعظم نے کہا کہ اس نوزائیدہ مملکت پاکستان کو پیدا ہوتے ہی دیگر طریقوں سے گلا گھونٹنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ ہمارے دشمنوں کو یہ اُمید تھی کہ اُن کی دلی منشا اقتصادی چالبازیوں سے پورا ہوجائیگی اور دشمن کی شمشیر و آتش جو مقصد حاصل نہ کرسکی وہ اس مملکت کی مالی تباہی سے حاصل ہوجائیگی مگر ہماری بُرائی چاہنے والے تمام نجومیوں کی پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں،،۔

درحقیقت جواہر لال نہرو اور اُن کی ٹیم پاکستان کو ختم کرنے کیلئے چناکیہ کوٹلیہ کی شاطرانہ پالیسی کے تحت کام کر رہی تھی جس فکر پر آجکل نریندرا مودی کی حکومت گامزن ہے۔ چندر گپت موریہ کے مشیرِ خاص چناکیہ کوٹلیہ جسے تاریخ میں قدیم ہندوستان کا میکاولی کہا جاتا ہے لیکن نہرو کی رائے کے مطابق اُسے ہر لحاظ سے میکاولی پر فوقیت حاصل تھی۔ چناکیہ اپنے مقصد کی پیروی اور اِس کے حصول میں اخلاقی اصول سے بے نیاز اور اپنے ارادے میں پختہ تھا... چناکیہ کا خیال تھا کہ اگر دشمن کو شکست دینے کیلئے فریب و ریاکاری او تباہی و بربادی کے طریقوں سے کام لینا ضروری ہو تو ان سے یقیناً کام لینا چاہیے لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ذہین اور عالی منش دشمن کو کچلنے کیلئے اُسے اپنا دوست بنا کر مارنا کہیں زیادہ بہتر ہے چنانچہ اُس نے چندر گپت کے دور میں آخری فتح اِس طرح حاصل کی کہ پہلے دشمن کی فوج میں حریف کے وزیر کے ذریعے بے چینی اور بے اطمینانی کا بیج بویا اور جب یہ بیج پھل لے آیا تو دشمن کے اُس وزیر کو جس کی وفاداری اور دوستی نے چناکیہ کو بے حد متاثر کیا تھا کو اپنی وزارت پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ کیا گزشتہ دس برسوں میں بھارت کے چناکیہ صفت مشیروں کی رائے پر پاکستانی سیاسی قیادت کو بھی دوستی کے اس جال میں پھنسانے کی کوشش کی گئی تھی اس کے بارے میں تو تاریخ ہی کوئی فیصلہ صادر کرسکتی ہے۔

درحقیقت، بانیانِ پاکستان کے دور میں پاکستان کو ختم کرنے میں ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد جواہر لال نہرو کی صاحبزادی مسز اندرا گاندھی نہرو کی موت کے بعد اسی تک ودو میں رہی کہ پاکستان کو کس طرح ختم کیا جاسکتا ہے اور درحقیقت پاکستانی حکمرانوں کی غفلت کے سبب دسمبر 1971 میں مسز گاندھی تخریب کاری اور جنگی سازشوں سے سقوط ڈھاکہ میں کامیاب ہوئی اور سقوط ڈھاکہ کے بعد یہ کہنے سے بھی پرہیز نہیں کیا کہ بھارت نے ہندوستان پر مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ حکمرانی کا بدلہ لے لیا ہے۔ دریں اثنا، گوکہ علامہ اقبال کی علیحدہ مسلم مملکت کی ویژن کو عملی جامہ پہنانے کیلئے قائداعظم نے بے مثال جدوجہد کی اور مملکت خدادا بنانے میں کامیاب ہوئے لیکن بھارتی لیڈرشپ اپنی منفی جدوجہد کے تسلسل سے ماضی قریب میں پاکستانی لیڈرشپ کو نچوڑنے میں لگی رہی ہے اور بھارت بدستور چناکیہ کوٹلیہ عیارانہ پالیسی کے تحت اپنے ایجنٹوں کے ذریعے پاکستان کے خلاف شرانگیز مہم جوئی اور تخریب کاری میں مصروف عمل ہے پاکستانی عوام نے الیکشن 2018 میں نریندرا مودی کی پاکستان دشمن پالیسی کا نوٹس لیتے ہوئے عام انتخابات میں مودی کے حامیوں کو شکستِ فاش سے دوچار کرکے وزیراعظم عمران خان اور افواج پاکستان کو ایک پیج پر لاکر پاکستان کو ایک مرتبہ پھر سے جناح و اقبال کی ناقابل شکست مسلم ریاست کی کامیاب پالیسی پر گامزن کردیا ہے۔ اللہ ہمارا حافظ وناصر ہو۔

’’سر ہو گئے اقبال‘‘

جب یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو برٹش گورنمنٹ نے علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؔ کو ’’سر‘‘ کے خطاب سے نوازا تو مشہور ادیب، شاعر اور صحافی عبدالمجید سالکؔ بلبلا اُٹھے اور اخبار زمیندار لاہور میں ۴ جنوری ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں ایک نظم ’’سر ہو گئے اقبال‘‘ کے عنوان سے شائع کی جو درج ذیل ہے۔

لو مدرسۂ علم ہوا قصرِ حکومت
افسوس کہ علّامہ سے سر ہو گئے

پہلے تو مسلمانوں کے سر ہوتے تھے اکثر
تنگ آ کے اب انگریزوں کے سر ہو گئے اقبال

پہلے تو سرِ ملّتِ بیضا کے وہ تھے تاج
اب اَور سنو تاج کے سر ہو گئے اقبال

کہتا تھا یہ کل ٹھنڈی سڑک پر کوئی گستاخ
سرکار کی دہلیز پہ سر ہو گئے اقبال

کیا کہتے ہیں اس شیوۂ تسلیم و رضا کے
سرکار ہوئی تیغ تو سر ہو گئے اقبال

سودائے غمِ عشق سے سالکؔ تو ہوا قید
اب خوبیٔ قسمت ہے کہ سر ہو گئے اقبال

مرسلہ۔انجنیئر مبارک اَحمد مبارک۔لندن (سہ ماہی اردو۔جلد ۱۷،شمارہ ۱ تا ۴۔جنوری تا دسمبر ۱۹۹۵ء۔انجمن ترقی اردو کراچی صفحہ ۳۶)

ہمارا اسلام خطرے میں میں پڑ جاتا ہے!!

اعتزاز احسن نیوزی لینڈ سانحہ کے بعد نیوزی لینڈ کی عوام اور وزیر اعظم جیسنڈا آرڈن کے جذبہ رواداری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

’’ہمارے ہاں قادیانی (احمدی) کو مشیر بنا دیا جائے تو ہمارا اسلام خطرے میں پڑ جاتا ہے، نیوزی لینڈ میں انہوں نے پارلیمنٹ میں تلاوت کروادی، آدھے سے زیادہ نیوزی لینڈ کی عورتوں نے اسکارف پہن لیا، اتنا کچھ کرنے کے باوجود نہ تو ان کا مذہب خطرے میں پڑا اور نہ ہی ان کی شناخت کو خطرہ لاحق ہوا۔‘‘

(ٹویٹ۔مشہور وکیل، دانشور، کالم نگار اعتزاز احسن۔تاریخ ٹویٹ ۲۳ مارچ ۲۰۱۹ء)

محبت قاتل ہے؟

تحریر: رانا محمد حسن خاں

محبت کا اصل دراصل اللہ تعالیٰ سے انبیاء علیہ السلام کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی انبیاء سے محبت ہے۔ انبیاء کرام کا کام ناسوت سے لاہوت تک کا سفر اور پھر عالمِ لاہوت سے نیچے اُتر کر خدا سے حاصل کیے ہوئے فیض کو عالم انسانی میں جاری کرنا یعنی اللہ کی محبت حقیقی کے فضائل کا بندوں میں پرچار کرنا ہی ہوتا ہے۔ چونکہ انبیاء کرام انسان ہوتے ہوئے عالم لاہوت کی حقیقت بھی جان جاتے ہیں اس لیے وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان سنگم بن جاتے ہیں۔ انبیاء کرام کی بلاتفریق مذہب وملت انسانوں سے ہمدردی اور محبت یہ ثابت کرتی ہے کہ انسانوں سے محبت ہی وہ جوہرِ عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیار اور رضا کی گود میں بٹھانے کا سبب بنتا ہے۔ تمام انبیاء کرام انسانوں کو انسانیت یعنی محبت ہی کا سبق پڑھاتے رہے ہیں۔ جب انسان انبیاء کرام کے اس پیغامِ محبت پر ایمان لا کر محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں تو ان کو بھی لاہوتی عالم سے اللہ تعالیٰ روشناس کرا دیتا ہے، اور یہی وہ مقام ہوتا ہے جس میں اللہ اپنے بندوں سے اور بندے اپنے خدا سے راضی ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو بنانے کے بعد اس میں اپنی روح پھونکی تھی اس لیے دنیا میں پیدا ہونے والا ہر بچہ سلیم فطرت ہوتا ہے۔ ہر انسان کے اندر نیکی کا مادہ موجود ہوتا ہے، مگر وہ ماحول اور صادقین کی صحبت سے دوری کی وجہ سے بدیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ انبیاء کرام اللہ کی مدد سے انسانوں سے بدیوں کی میل کچیل کو دور کر کے وہ نیکی جو ان کی سرشت میں ہوتی ہے نمایاں کر دیتے ہیں۔ انبیاء کرام ہی بتاتے ہیں کہ عبادات کے ساتھ ساتھ والدین رشتے داروں، ہمسایوں، بیوی بچوں، ناداروں، معذوروں، یتیموں، خواتین بیواؤں، بزرگوں، بچوں، جوانوں، مزدوروں، دشمنوں وغیرہ وغیرہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا اور پیار اور محبت کا سلوک کرنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ مگر ہم جب تاریخِ عالم پر نظر دوڑاتے ہیں تو دکھائی دیتا ہے کہ وہ جامِ شیریں جسے انبیاء کرام پلاتے ہیں، اس سے روحانی اور دنیاوی فوائد حاصل کرنے والے نہایت قلیل تعداد میں تھے اور ہیں۔

محبت وہ خوبصورت جذبہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ودیعت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات سے محبت کرتا ہے۔ تمام مخلوقات پر اس کی ربوبیت کی چادر پڑی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ محبت ہی تو ہے کہ اشرف المخلوقات کے لیے اس نے کائنات کی ہر چیز مسخر کر دی ہوئی ہے، کسی خاص مذہب یا گروہ کے لیے نہیں بلکہ ہر انسان کے لیے بغیر کسی تخصیص کے یہ کائنات مسخر کی گئی ہے۔ یہ ہے محبت کی اصل حقیقت۔ مگر محبت انسان کو اکثر خود غرض بنا دیتی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ خون ریزی مذہب کے نام پر کی گئی ہے حالانکہ کسی ایک مذہب میں بھی ایسی کوئی تعلیم نہیں ہے جو انسانوں کو مذہب کی بنیاد پر قتل وغارت کی اجازت دیتا ہو۔ ہوتا یہ ہے کہ انبیاء کرام کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے کچھ عرصہ بعد مذہب کے ٹھیکیدار بن جانے والے نام نہاد علماء، مذہب کو ہائی جیک کر لیتے ہیں، اور پھر ذاتی مفادات کے لیے رسومات کا جل جال بن لیتے ہیں جس میں عامتہ الناس مذہب کے نام پر قید ہو جاتے ہیں اور مذہب سے محبت کے نام پر ہر قسم کے ظلم وجور کرنے کے لیے صیادوں کے اشارہ پر تیار ہو جاتے ہیں۔ حکمرانوں اور بااختیار لوگوں سے ان نام نہاد علماء کے تعلقات ہمیشہ اچھے ہوتے ہیں۔ حکمرانوں کو دیگر ممالک سے جنگوں کے لیے یہی منحوس طبقہ مذہبی خودساختہ جواز فراہم کرتا ہے۔ اب دیکھ لیجیے عیسائی ایک مذہب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مذہب کے بانی تھے، جن کا پیغام محبت تھا۔ مذہبی ٹھیکیداروں نے اس محبت کے مذہب کے ایک ہزار سے زائد ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ لیے۔ ایک ہزار ٹکڑوں کے مذہبی لالچی اور خود غرض مذہبی لیڈروں نے اپنی اپنی ٹکڑی کو نجات یافتہ قرار دے کر دیگر ٹکڑیوں کو کافر قرار دے کر جو جور وستم کے پہاڑ لوگوں پر توڑے وہ تاریخ کا حصہ ہے، بالآخر ریاست کو مذہب سے علیحدہ کرنا پڑا اور ہر شخص کو مذہبی آزادی دے کر فرقہ واریت کا منحوس بت یورپ میں توڑ دیا گیا۔ یورپ اور امریکہ میں نظر آنے والی خوشحالی اور جدید ٹیکنالوجی کی بہاریں جو آنکھوں کو خیرہ کیے دے رہی ہیں صرف اور صرف نام نہاد مذہبی رہنماؤں کو ریاستی معاملات اور انسانوں کے مذہبی معاملات سے الگ تھلگ کرنے سے ممکن ہوا ہے۔ سائنس نے عیسائی فرسودہ اور جاہلانہ عقائد کا قلع قمع کر دیا ہے، تمام شعبدے بازیاں بے نقاب کر دی ہیں، یہی وجہ ہے کہ عیسائی دنیا میں عیسائی مذہب سے لوگ کلیتاً الگ، کچھ مذہب سے اور کچھ اللہ کو بھی ماننے سے انکاری ہو رہے ہیں۔

بڑا عجیب لگتا ہے اگر محبت جیسی عظیم سوغات کو قاتل کہا جائے۔ مگر حقیقت

یہی ہے کہ مذاہب سے تعلق رکھنے والے نام نہاد سورماؤں نے اپنے مذاہب سے محبت کے نام پر لاتعداد انسانوں کا قتل عام کر کے خون کی ندیاں بہائی ہیں اور شہروں کو جلا کر ویران کیا ہے۔محبت حقیقی ہو یا مجازی سبھی محبت کا دم بھرنے والوں کو انسانیت سے محبت اور معاشرے کی پاکیزگی کے نام پر نام نہاد انسانیت اور پاکیزگی کے دعوے دار قتل وغارت اور درد والم و رنج وغم سے دوچار کرتے آئے ہیں۔آج بھی امریکہ کے حکمران اور اس کے اتحادی اپنے وطنوں اور ہم وطنوں کی محبت میں سرشار ہو کر ان کی سلامتی کے نام پر لاکھوں انسانوں کا خون کر چکے ہیں اور آئندہ بھی ایسا کرنے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔

ہندوستان اور پاکستان کی حالت زار بھی عیسائیوں کے اس دور سے ملتی ہے جب عیسائی، تفرقہ بازی اور عقائد پرستی کے سحر میں گرفتار ہو کر اور ان رسومات رزیلہ سے محبت کی وجہ سے قعر مذلت میں گرے پڑے کابلا رہے تھے، جہالت نے عیسائی دنیا کی مت ماردی ہوئی تھی، تاریکی ہی تاریکی تھا۔آج سائنس نے اور مذہب کی ریاست سے جدائی نے عیسائی عقائد کو تہس نہس کر دیا ہے۔

آج مسلمان اور ہندو قوم بھی فرقوں کا ملغوبہ بنی ہوئی ہیں۔ہندوؤں کے ہزاروں فرقوں اور کروڑوں بتوں نے ہندوستانیوں کو اپنے نام نہاد سنہری جال میں جکڑ رکھا ہے اور رسم ورواج کی بھاری زنجیریں انکے گلے کا ہار بنی ان کی روحوں اور بدنوں کو لہو لہان کر رہی ہیں۔ہندو پنڈتوں نے ہندوؤں کو عقائد، رسم ورواج اور جہالت سے محبت کے جام اتنے زیادہ پلا دیے ہیں کہ ان کا ہوش میں آنا ممکن نہیں لگتا۔نیل آرمسٹرانگ نے جب چاند پر قدم رکھا تو ہندو پنڈتوں نے شور مچایا کہ چاند دیوتا پر نیل آرمسٹرانگ نے قدم رکھ کر اسے پلید کر دیا ہے اور مسلمانوں نے بھی اس واقع پر یقین نہیں کیا تھا۔مسلمان بھی دو انتہاؤں کو چھو رہے ہیں، ایک طبقہ مسلمانوں کا وہ ہے جو شرک کی آخری حدوں تک پہنچا ہوا ہے اور یہ شرک سے محبت بھی اللہ، اللہ کے سول ﷺ اور اولیاء اللہ کی محبت کے نام پر کی جاتی ہے، حالانکہ رحمتہ للعالمین ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے مانگو۔اور دوسرا طبقہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے صاحب قبر کے درجات کی بلندی کے لیے دعا مانگنے کو بھی شرک سمجھتا ہے اور یہ ساری کاروائی اللہ اور اس کے دین کی محبت کے نام پر کی جاتی ہے۔ہم عام زندگی میں بھی دیکھتے ہیں کہ بیوی کی محبت میں بیٹا والدین کا دل پاش پاش کرتا ہے اور کبھی بیٹا ماں کی محبت میں بیوی پر تشدد تو کرتا ہی ہے، بعض اوقات جان سے بھی مار دیتا ہے، ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو چند روپوں کی محبت میں اپنے دوست کی جان بھی لے لیتے ہیں، ایسے لوگ بھی عام ہیں جو اپنے بیوی بچوں کی محبت میں جرائم کرتے ہیں۔اصل بات یہی ہے کہ اللہ تعالی کی دلکش عطا جذبہ محبت کا دور دورہ انسانیت کے لیے بے حد ضروری ہے، سمجھوتے کی زندگی لوگ جیتے ہیں اور سمجھوتہ محبت نہیں ہوتا، خودغرضی کا نام محبت رکھنے سے خودغرضی، محبت میں کسی صورت تبدیل نہیں ہو سکتی، یہ بھی ہونا ناممکن ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں سے محبت کے نام پر انسانوں کے گلے کاٹ کر اللہ اور اسکے انبیاء کرام کی محبت اور خوشنودی حاصل ہو۔سو فیصد ایسی محبت انسانیت کی قاتل ہے جو ذاتی اغراض ومقاصد کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے انسانیت کا خون بہانے کے لیے استعمال ہو۔محبت کو اسی طرح تمام انسانوں کے لیے بلا تفریق مذہب وملت عام ہونا چاہیے جس طرح خدا نے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے بلاتخصیص تمام انسانوں کے لیے کائنات کی ہر چیز کو مسخر کیا ہے۔دنیا کا کوئی انسان یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ سورج صرف میرے لیے اللہ نے بنایا ہے۔ہم نے تو قاتل محبت کے ہاتھوں مسجدیں، گرجے اور مندر تباہ ہوتے دیکھے ہیں اور قاتل محبت کے ہاتھوں زندہ انسان جلتے دیکھے ہیں اور دلوں کو پارہ پارہ ہوتے دیکھا ہے، انسانیت کی خون آلود لاشیں دیکھی ہیں۔ہم نے جس قدر قاتل محبت کی تباہ کاریاں دیکھی ہیں اس کی مثال سابقہ تاریخ میں شاید ہی کہیں ملے صرف ۲۰ برس میں عراق، لیبیا، افغانستان، پاکستان، عراق، لیبیا، شام، یمن، فلسطین اور کشمیر وغیرہ میں قاتل محبت نے کروڑوں انسانوں کو موت کی نیند سلا کر اپنی سفا کی اور بربریت کو ثابت کیا ہے۔

سچی محبت، اللہ اور اسکے بندوں سے ہمیں صرف سیرت انبیاء کرام میں ملتی ہے باقی سب کو معرفت اور ظرف کے مطابق جذبہ محبت عطا کیا جاتا ہے۔

کون کہتا ہے محبت کی زباں ہوتی ہے
یہ تو یارو تنہائی میں جواں ہوتی ہے
جب محبت کے چرچے ہوتے ہیں
تو ساری دُنیا حیراں ہوتی ہے
محبت تڑپتی ہے اکثر شب تنہائی میں
سرگوشیء یار ہی درد کا درماں ہوتی ہے
محبت تو سدا دُکھ اُٹھاتی ہے مگر
یار پر دِل قُربان ، صدقے جاں ہوتی ہے
سچی محبت کو ملتا ہے یہ اعزاز دوستو
زُبانِ محبوب ہی یار کی زُباں ہوتی ہے

''افسانچے''

محمد نعیم یآد۔۔۔جوہر آباد

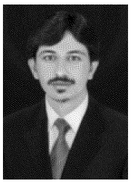

بے ایمان

غریب ڈرئیور سے تھانے دار نے پوچھا "بے ایمان چوری کرتے ہو"
نہیں صاحب۔یقین مانیں صاحب نے کہا تھا امدادی سامان کا ٹرک کچی آبادی کی بجائے ان کے گھر پہنچا دو۔میں نے جاتے صرف ایک چھوٹا سا تھیلا آٹے کا لیا تھا باقی کا تو۔۔۔۔۔

قول و فعل

ٹی وی پہ بڑھتی ہوئی عریانی اور فحاشی سے ہمارے بچے وقت سے پہلے بڑے ہو رہے ہیں۔
ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔میڈیا کی بے راہ روی نے ہماری غیرت کا جنازہ نکال کے رکھ دیا ہے۔خیر چھوڑو ان باتوں کو وہ ابھی کمال کی فلم آنے والی ہے ٹی وی لگاؤ چائے کا مزہ دوبالا ہو جائے گا۔۔۔۔

فیصلہ

دیکھیئے یا حضرت!یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے خدارا مجھے لوٹا دیجیے۔مجھ سے جتنی دولت لینی ہو لے لیں پر میرا بیٹا مجھے لوٹا دیں۔
اُس نے مسواک جیب میں ڈالی اور گلا کھنکھارتے ہوئے بولا "دیکھیں بھائی ہم نے آپ کے بیٹے کو اللہ کی راہ میں جانے کے لیے چنا تھا۔ہم اسے زبردستی ہرگز نہیں لے کے جا رہے۔آپ تو خوش نصیب باپ ہیں جس کا بیٹا اتنی بڑی سعادت حاصل کرنے والا ہے۔
دیکھیں اس کی ماں اس کی خاطر بستر مرگ پڑی ہے۔آپ اس کو کہیں یہ میرے ساتھ آ جائے اور اپنے گھر چلے۔
ہم اسے زبردستی تھوڑی لے کے جا رہے ہیں۔آپ کے سامنے پھر اس سے بات کر لیتے ہیں۔اور پھر وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا "عبداللہ بیٹا! ہم نے تمھیں ایک سبق پڑھایا تھا کہ جب تم اللہ کی راہ میں نکلو گے دنیا تمھارے پیچھے کھڑی ہوگی۔تمھارے ایک طرف جنت ہے اور ایک طرف دنیا کی دھوکا دینے والی زندگی۔اب اگر تم دنیا کی اس زندگی کی طرف جانا چاہتے ہو تو تم اپنے باپ کے ساتھ جا سکتے ہو ہماری طرف سے پوری آزادی ہے اور اگر چاہتے ہو کہ دو جہاں کی کامیابی تمھارے قدم چومے ،شہادت تمھارا مقدر بنے تو جاؤ اپنی رائفل لو اور جوانوں کے ساتھ ٹریننگ میں حصہ لو۔
نوجوان نے ایک پل سسکتے باپ کو دیکھا۔پھر آنکھیں بند کر کے منزل کا تعین کرنے لگا اور یکا یک نعرہ لگاتے ہوئے رائفل اُٹھائی اور چلا گیا۔
صدآفرین بچے۔صدآفرین۔آپ نے دیکھا ہم نے اسے فیصلے میں مکمل آزادی دی تھی۔پر خوش نصیب ہیں آپ کہ آپ کے بیٹے نے دنیا چھوڑ کر جنت چن لی۔۔۔۔۔

سبق

غریب بچہ سکول سے گھر آ کے سبق یاد کرنے لگا "ہمیں اچھی صحت کے لیے اچھی خوراک کھانی چاہیے۔پھلوں اور سبزیوں کا استعمال زیادہ کرنا چاہیے۔مچھلی کا گوشت اور انڈہ۔۔۔۔
''بس کرو کل سے میرے ساتھ کام پر آنا''۔باپ کے کان میں جونہی اس کے الفاظ پڑے اُس نے چلّاتے ہوئے کہا۔

خاموش دھماکہ

وہ دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی تھی۔اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو رہی تھیں۔
اب یہاں کس لیے آئی ہے۔ہمیں تجھ سے یہ امید بالکل بھی نہیں تھی ،کتنی ذلیل حرکت کی ہے تُو نے۔۔۔۔اب ہمارا تجھ سے کوئی رشتہ نہیں۔خدا نے ہمیں اولاد کی خوشی سے محروم رکھا اس لیے کتنے ارمانوں سے تجھے گود لیا تھا ہم نے۔۔۔اب یہاں تیرے لیے کوئی جگہ نہیں جا وہیں۔۔۔اسی کے پاس۔۔۔جس کے ساتھ منہ کالا کیا ہے''۔چاچی نے چیختے ہوئے کہا۔
''اسی لیے تو یہاں آئی ہوں چاچی''اس نے روتے ہوئے بھرائی آواز میں گھر کے ایک کونے میں سہمے ہوئے کھڑے چاچا کی طرف دیکھ کر کہا۔ (افسانہ نگار۔محمد علیم اسماعیل)

برقع پوش کتابیں (ادبی چوریاں) (2)

رانا محمد حسن۔لندن

گزشتہ شمارہ میں ابوالنعمان کی کتاب ''برقع پوش کتابیں'' کے حوالے سے دیوبندی عالم جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب ''احکام اسلام عقل کی نظر میں'' کا جائزہ لیا گیا تھا۔اس کتاب کے جن اقتسابات کو جناب ابوالنعمان صاحب نے ادبی سرقہ قرار دے کر جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب پر طنز کے تیر برسائے تھے،انہیں ہم نے بعد از تحقیق بالکل درست پایا تھا اور گزشتہ شمارہ میں بانی جماعت احمدیہ کی ان تحریروں کو معزز قارئین کے سامنے پیش کر دیا تھا۔

قارئین!اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب جنہیں ''اکابر علمائے دیوبند'' کے مئولف جناب حافظ محمد اکبر شاہ بخاری نے کہہ رکھا ہے کہ'' بلا شبہ آپ حکیم الامّت اور مجدد ملت تھے اور پورے عالم اسلام کے عظیم مذہبی و روحانی پیشوا تھے۔'' نے اپنی متذکرہ کتاب میں بانی جماعت احمدیہ کی کتب سے ڈھیروں صفحے نقل کیے ہیں۔یہ بھی سچ ہے کہ بریلوی حضرات بھی اس فن کے ماہر ہیں۔جناب ابوالنعمان رضا اپنے قبیلے کے مُصنّفین کے چہرے سے بھی نقاب اُٹھا دیتے تو ان صاحبان کی بُرقعہ پوش کتابوں کی اصلیت بھی ظاہر ہو جاتی۔کوئی بات نہیں مندرجہ ذیل مضمون میں بہت سی ایسی کتابوں کا ذکر کیا جائے گا جن کے مُصنّفین کا تعلق دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور دوسرے فرقوں سے ہے، جو بانی جماعت احمدیہ کی تحریرات کو اپنے نام کا بُرقعہ پہنا کر دادِ تحسین وصول کرتے رہے۔یہ ادبی سرقہ آج بھی جاری ہے۔مفتی رشید کا ایک شعر ہے۔

میں سمجھا تھا جسے خضر رہ دین مبیں زاہد
نقاب اُلٹا تو درپردہ وہ ابلیس لعیں نکلا

میاں شیر محمد صاحب کے مرید خاص عالم لدنی، واقف حقیقت، ماہر طریقت مولانا صوفی محمد ابراہیم صاحب اپنی کتاب ''خزینہ معرفت'' جو شیر محمد صاحب کی سوانح اور ملفوظات پر مشتمل ہے، کے صفحہ ۳۱۲ میں لکھا ہے:۔

''آئیت ممدوحہ بالا پر ایک نظر غائت ڈالنے سے ہر ایک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے۔کہ اسلام کی حقیقت تب کسی شخص میں مستحق ہو سکتی ہے کہ جب اس کا وجود معہ اپنی تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لیے اس کی راہ میں وقف ہو جاوے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اُس معطی حقیقی کو واپس دی جاویں۔اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے۔یعنی شخص مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اُس کے ہاتھ، پاؤں، دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور رحم اور اس کا علم و حلم اور اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور جو کچھ اس کے سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے۔یہاں تک کہ اس کی نیات اور اس کے دل ے کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے طابع ہو گئے ہیں کہ جس طرح سے ایک شخص کے اعضاء اس کے طابع ہوتے ہیں۔غرض یہ ثابت ہو جائے کہ قدم صدق اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اس کا ہے وہ اِس کا نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا۔اور تمام اعضاء اور قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں گویا وہ جوارح الحق ہیں۔'' (خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۲ اشاعت اول جولائی ۱۹۳۱ء۔ناشر اول مولوی غلام حسین امام مسجد رانجھے خاں قصور)

معزز قارئین! مندرجہ بالا اقتباس من وعن بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' روحانی خزائن جلد ۵ کے صفحہ ۵۹، ۶۰ سے نقل کیا گیا ہے۔بانی جماعت احمدیہ کی اس کتاب کا سن اشاعت ۱۸۹۲ء ہے۔یعنی خزینہ معرفت، ''آئینہ کمالات اسلام'' کی اشاعت کے ۳۹ برس بعد شائع ہوئی تھی۔

لطف کی بات یہ ہے کہ''خزینہ معرفت'' کے بیان کیے گئے مندرجہ بالا اقتباس کے خاتمے پر مصنف''خزینہ معرفت'' نے بانی جماعت احمدیہ ہی کے دو اشعار من وعن نقل کر دیے ہیں۔اشعار درج ذیل ہیں۔

اسلام چیز کیا ہے خُدا کے لیے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خُدا
جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

پیش کیے گئے اشعار بانی جماعت احمدیہ کی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم ۔مطبوعہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۸ء۔روحانی خزائن ۲۱ کے صفحہ ۱۸ پر موجود ہیں۔جس نظم سے خوشہ چینی کی گئی ہے وہ نظم سینکڑوں اشعار رکھتی ہے۔

معزز قارئین!ابھی بات ختم نہیں ہوئی، عالم لدنی، واقف حقیقت، ماہر طریقت مولانا صوفی محمد ابراہیم صاحب نے اپنی کتاب ''خزینہ معرفت'' کے صفحہ ۳۱۳ میں بانی جماعت احمدیہ ہی کی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ نثر۔مطبوعہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۸ء۔روحانی خزائن جلد۔ ۲۱ کے صفحہ ۲۱۶ سے ایک اقتباس ان مندرجہ بالا دو اشعار کے بعد من وعن نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

''اس مرتبہ پر خُدا تعالیٰ اپنی ذاتی محبت کا ایک افروختہ شعلہ جسے دوسرے لفظوں میں رُوح کہتے ہیں مومن کے دِل پر نازل کرتا ہے اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے اور اس کی رُوح کے پھونکنے کے ساتھ ہی وہ حسن جو ادنیٰ مرتبہ پر تھا، کمال کو پہنچ جاتا ہے اور ایک رُوحانی آب وتاب پیدا ہو جاتی ہے اور کثیف زندگی کی کبودگی بکلی دور ہو جاتی ہے اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی رُوح اس کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ جو پہلے نہیں تھی۔اس رُوح کے ملنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتا ہے۔اور محبت ذاتیہ الٰہیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودا کی آبپاشی کرتی ہے۔اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی۔اس درجہ تک وہ تمام وکمال افروختہ ہو جاتی ہے۔اور انسانی وجود کے تمام خس وخاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اس پر کر دیتی ہے اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے۔تب اس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں تپایا جائے یہاں تک کہ سُرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے۔اس مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار وافعال ظاہر کرتا ہے۔مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خُدا ہو گیا ہے۔بلکہ محبت الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو ظاہر وجود کو اپنے رنگ میں لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔''

معزز قارئین! ''خزینہ معرفت'' اشاعت اول ۱۹۳۱ء کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔میرے پاس ۲۰۰۱ء میں شائع ہونے والا ایڈیشن ہے جسے جناب صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری، نقشبندی، مجددی نے مرتب کیا ہے اور پروگریسو بکس ۔۴۰ بی اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔

معزز قارئین! یقین مانیئے یہ سب لکھتے ہوئے اور تحقیق کرتے ہوئے دل سنبھالے نہیں سنبھلتا کہ اتنے بڑے بڑے نام جو بانی جماعت احمدیہ کے خلاف کفر کے فتوے بغلوں میں دبائے پھرتے ہیں انہیں بھی اپنی کتب کی شان بڑھانے کے لیے بانی جماعت احمدیہ کی کتب سے موتیوں کی لڑی چننی پڑتی ہے۔کسی بھی کتاب سے خوشہ چینی کرنا ہرگز بری اور اخلاق سے گری ہوئی بات نہیں ہے، مگر خوشہ چینی کر کے اپنے نام سے شائع کرنا ہرگز اعلیٰ ظرفی نہیں ہے۔

آیئے اب چلتے ہیں ایک شیعہ کتاب ''احسن الفوائد، فی شرح العقائد'' کی طرف جسے سرکار صدر المحقق سلطان المتکلمین حجتہ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ محمد حسین صاحب ۲۹۶ بی سٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا نے العزیز پرنٹنگ پریس بلاک نمبر۷ سرگودھا سے شائع کروایا ہے۔

علامہ محمد حسین صاحب اپنی اس کتاب کے صفحہ ۵۴۵ میں لکھتے ہیں:۔

''جہاں تک تاریخ مذاہب وادیان عالم کے مطالعہ کا تعلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب یہود ہو یا نصاریٰ، ہندو ہو یا زرتشت وغیرہ غرضیکہ تمام مذاہب وادیان میں کسی نہ کسی رنگ میں ایک مصلح اعظم کے آنے کا تخیل موجود ہے۔بالخصوص اہل اسلام کا تو حضرت مہدیؑ کے ظہور پر اتفاق ہے۔۔۔'' حضرت امام حسینؓ کی نسل سے امام مہدیؑ کے ہونے والی روایت بیان کر کے علامہ محمد حسین صاحب لکھتے ہیں۔''اس دعویٰ کا بطلان بھی واضح اور عیاں ہو جاتا ہے جو (بانی جماعت احمدیہ) نے اولادِ سلمانؓ سے ہونے کے ادعا پر اپنے مہدی موعود ہونے کے متعلق کیا ہے۔قطع نظر اس کے کہ اس دعویٰ میں کہاں تک صداقت ہے کہ وہ نسل جناب سلمانؓ سے ہیں جو کہ بظاہر بالکل بلا دلیل دعویٰ ہے کجا مغل مرزا اور کجا خاندان سلمان فارسیؓ۔بہرحال اگر بالفرض اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے ان کی مہدویت ثابت نہیں ہوتی۔''

قارئین یہ مندرجہ بالا بیان علامہ محمد حسین صاحب کا بانی جماعت احمدیہ سے بیزاری کا اظہار ہے مگر انہیں چودہ سو برس میں پیدا ہونے والے شعرائے کرام میں سے قرآن کریم کی عظمت بیان کرنے کے لیے بانی جماعت احمدیہ کے اشعار ہی پسند آئے۔باعث افسوس صرف یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ یہ بانی جماعت احمدیہ کے اشعار ہیں۔

کلام یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگرنہ لعل بد خشاں ہے
خُدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ان اشعار میں معمولی تصرف کیا گیا ہے پہلے مصرعہ میں ''نہیں'' کو ثانی سے پہلے لکھا ہے حالانکہ ''نہیں'' ثانی کے بعد آتا ہے اور دوسرے مصرعہ میں وگرنہ کو دگر لکھا گیا ہے۔

یہ اشعار بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ حصہ سوم'' مطبوعہ ۱۸۸۲ء۔ کے صفحہ ۱۸۲ پر جگمگا رہے ہیں۔

معزز قارئین! اب دیکھتے ہیں کہ اہل حدیث عالم مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری (جون ۱۸۶۸ء تا ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء) جن کے غالی عقیدت مند آپ کو ''فاتح اسلام'' مرنے سے پہلے کہتے تھے مرنے کے بعد آپ ''حجتہ الاسلام'' اور ''مسیحا'' قرار دیے جاتے ہیں۔ (سیرت ثنائی صفحہ ۴۱۴ از مولانا عبدالمجید خادم) نے بانی جماعت احمدیہ کی تحریرات سے کون سے موتی لے کر اپنے فتاویٰ کی کتاب فتاویٰ ثنائیہ کو زینت بخشی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری نے بانی جماعت احمدیہ جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ مانتے تھے، کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

''جو شخص اپنے آپ کو عیسیٰ موعود کہتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا قائل ہے وہ بڑا دجال، کذاب، منکر قرآن و حدیث متواترہ کا ہے'' صفحہ ۳۷۴۔ فتاویٰ ثنائیہ جلد ا۔۔۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ مرزائی گروہ عربی اسلام سے بالکل الگ ہے۔۔ ایسے گروہ کے ساتھ کوئی معاملہ بحیثیت مسلمان کے نہیں کرنا چاہیے، تعزیت کرنا، دعوت شادی قبول کرنا، رسمی سلام کرنا، مسجد میں چندہ لینا۔ یہ مخصوص قوم مسلم سے نہیں ہیں۔ صفحہ ۳۷۵''

معزز قارئین! یہ سب کہنے والے مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری نے ۴ جنوری ۱۹۲۴ء کو لاہور کے ایک جلسہ میں مقصدِ مذہب کے عنوان سے تقریر کی تھی، موصوف نے اس تقریر کو کچھ اس طرح ختم کیا:۔

''چونکہ میں قرآن مجید کو اپنا بلکہ جملہ انسانوں کا کامل ہدایت نامہ جانتا ہوں اس لیے اپنا اعتقاد دو شعروں میں ظاہر کر کے بعد سلام رخصت ہوتا ہوں۔''

جمال و حسن قرآں نُور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول۔ باب اول عقائد و مہات دین۔ مرتب۔ مولانا محمد داؤد صاحب راز۔ صفحہ ۸۶۔ ناشر ادارہ ترجمان السنہ ۷۔ ایبک روڈ لاہور۔ تاریخ طباعت فروری ۱۹۷۲ء)

معزز قارئین! جن اشعار میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنا اعتقاد ظاہر کیا وہ روح کو سرشار کر دینے والے اشعار بانی جماعت احمدیہ نے کہے ہیں۔ بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یہ روح پرور نظم براہین احمدیہ حصہ سوم روحانی خزئن جلد ۱ کے صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹ پر موجود ہے۔ یہ کتاب ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی تھی۔

معزز قارئین! مولانا صوفی محمد ابراہیم صاحب کی کتاب ''خزینہ معرفت'' سے ایک اور اقتباس پیش ہے جسے مولانا نے بانی جماعت احمدیہ کی کتاب ''سرمہ چشم آریہ'' کے حاشیہ صفحہ ۱۸۸ تا ۲۰۴ سے اپنی کتاب میں ایک سوال کے جواب میں معمولی کمی بیشی کے ساتھ لفظاً لفظاً نقل کیا ہے۔

مولانا شیر محمد سے سوال پوچھا گیا کہ ''حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا افضل المخلوقات ہونے کی وجہ۔''

جواب: ''عادت اللہ۔ یا تم یونہی سمجھ لو کہ اس قانون قدرت جو اس کی صفت وحدت کے مناسب حال ہے۔ یہی ہے کہ وہ بوجہ واحد ہونے کے اپنے افعال خالقیت میں رعائت وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے۔ اگر ان سب کی طرف نظر غور سے دیکھیں تو اس ساری مخلوقات کو جو اُس دست قدرت سے صادر ہوئی ہے۔ ایک ایسا سلسلہ وحدانی اور باترتیب رشتہ میں منسلک پائیں گے کہ گویا وہ ایک خط ممتد حدود ہے۔ جس کی دونوں طرفوں میں سے ایک طرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے اس طرح پر۔

طرف ارتفاع
طرف انخفاض

اس قدر بیان میں تو ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی میرے ساتھ اتفاق رائے کر سکتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور دائرہ انسانیت میں بہت سی متفاوت اور کم و بیش استعدادیں پائی جاتی ہیں کہ اگر کمی بیشی کے لحاظ سے ان کو ایک بالترتیب سلسلہ میں مرتب کریں تو بلاشبہ اس سے ایک اسی خط مستقیم ممتد محدود کی صورت نکل آئے گی۔ جو اوپر ثبت کیا گیا ہے۔ طرف ارتفاع کے اخیر کے نقطے پر استعداد کا انسان ہوگا۔ (''خزینہ معرفت'' اشاعت اول ۱۹۳۱ء ۔صفحہ ۲۶۴ تا ۲۶۶)

مندرجہ بالا اقتباس تقریباً تین صفحات میں سمایا ہوا ہے۔ آخر میں مرزا صاحب لکھتے ہیں ''جیسا کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی شان رفیع کے بارہ میں فرماتا ہے۔ ورفع بعضھم درجٰت۔ پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے۔'' (باقی آئندہ)

دہشت گرد مودی کی پاکستان کو ایک اور گیدڑ بھبکی!!!

تحریر: میر افسر امان۔ اسلام آباد

بھارت کی تینوں فوجوں کے سربراہوں سے ملاقات کے بعد بھارتی سائنس دانوں کے ایک اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے، پاکستان کے وزیر اعظم کے جذبہ خیر سگالی اور جنگی ماحول کو نرم کرنے کے لیے، گرفتار بھارتی پائلٹ ابھی نندن کو بھارت کے حوالے کرنے کے اعلان کے مقابلے میں، اپنی پرانی گیدڑ بھبکی دوھراتے ہوئے، بھارتی دہشت گرد اور انتہا پسند تنظیم آر ایس ایس کے بنیادی رکن اور گجرات کے قصائی اور جنگی جنون میں مبتلا دہشت گرد بھارتی وزیر اعظم نریدرا مودی نے الیکشن جیتنے کے لیے بیان دیا ہے کہ ''پاکستان پر بھارتی حملہ تو پائلٹ پروجیکٹ ہے جو مکمل ہوا ہے اب حقیقی کرنا باقی ہے''۔ نہ جانے پاکستان سے اتنی مار کھانے کے بعد بھی دہشت گرد مودی خوابوں کی دنیا میں رہنے کی عادت کیوں درست نہیں ہوئی؟ بقول دہلی کے وزیر اعظم اروند کیجری وال صاحب کہ مودی دوبارہ حکومت حاصل کرنے کے لیے کتنے بچے یتیم اور مزید کتنی خواتین کو بیوہ بنائے گا۔ انہوں نے جنگ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ الیکشن میں ۳۰۰ سیٹیں حاصل کرنے کے لیے مودی دو ایٹمی طاقتوں کو لڑا رہے ہیں۔ اب تو بھارتی اپوزیشن کہہ رہی ہے کہ مودی جنگی جنون میں باولا ہو گیا ہے۔ دہلی حکومت کو باہر پھینکنے کا وقت آ گیا ہے۔ مودی دہشت گرد کی طرح لگتے ہیں۔ ہر آدمی خوف زدہ ہے کہ مودی کب کونسا بم کس پر پھینک دیں۔ کانگریسی رہنما مودی کے ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہیں۔ مایاوتی کا عوام کو مشورہ۔ کانگریس پارٹی کے صدر راہول گاندھی کہتے ہیں مودی بدعنوان ہے۔ پانچ سال سے ملک کے عوام کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ دوسری طرف بھارتی عوام نے ٹوئیٹر پر غم و غصے کا اظہار شروع کر دیا۔ جبکہ پاکستان کے وزیر اعظم کے لیے نوبل انعام کے ٹویٹ نظر آتے ہیں۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ابھی تو تمھارے ایک پائلٹ کو پاکستان نے گرفتار اور ایک کو جہنم رسید کیا ہے۔ کیا طبل جنگ بجا کر اپنے مزید پائلٹوں کو گرفتار کروانا چاہتے ہو؟۔

پاکستانی حکومت نے تو خیر سگالی اور جنگ کے بڑھاوے کو کم از کم کرنے کی نیت سے بھارتی پائلٹ کو واہگہ باڈر سے بھارت کے حوالے بھی کر دیا۔ عالمی میڈیا میں اب یہ بحث چھڑ گئی ہے کہ عمران خان کی سیاسی بصیرت نے مودی سیاست پر دو ڈینٹ ڈال دیے ہیں۔ ایک سکھوں کو اُن کے مقدس مقام تک رہداری دے کر سکھوں کی ہمدردیاں حاصل کر لیں۔ دوسرے عین جنگ کے موقعہ پر گرفتار بھارتی پائلٹ کو بھارت کے حوالے کر کے بھارت کو مذاکرات کی دعوت دے کر، دنیا اور بھارت میں امن پسند طبقوں کی ہمدردیاں حاصل کر لیں ہیں۔ عمران خان کی امن کی پالیسی کی وجہ سے اس کے ساتھ ہمدردی کا گراف بڑھا ہے۔ دوسری طرف بھارت میں مودی کے ساتھ ہمدردیاں کم سے کم ہوتی جا رہی ہیں۔

بھارت حکومت کی ایما پر بھارتی میڈیا اس سے بھی کئی قدم آگے بڑھ کر پلومہ میں کشمیری نوجوان کے فدائی حملے کو بغیر تحقیق کے پاکستان کے سر تھوپنے اور پاکستان کو سبق سکھانے اور جھوٹ کی بنیاد پر جنگ کا ماحول پیدا کیا ہوا ہے۔ ظاہر ہے بھارتی میڈیا دہشت گرد مودی کے حکم پر ہی یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دہشت گرد مودی جب سے وزیر اعظم بنا ہے کشمیر میں جنگ آزادی لڑنے والے کشمیریوں کی نسل کشی پر اُتر آیا ہے۔ جماعت اسلامی مقبوضہ جموں و کشمیر پر پابندی لگا دی ہے۔ جماعت اسلامی کی لیڈر شپ اور کارکنوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ ان کے گھروں اور چار سو تعلیمی اداروں کو سیل کر دیا ہے۔ اس پر بھارت کی مرکز نواز محبوبہ مفتی بھی پکار اُٹھی، کہ جماعت اسلامی پر پابندی اسلام پر پابندی ہے۔ دہشت گرد مودی بھارتی مسلمانوں پر بھی ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔ دہشت گرد مودی نے بنگلہ دیش میں غدار پاکستان شیخ مجیب کی بیٹی بھارتی کٹ پتلی وزیر اعظم حسینہ واجد سے بنگلہ دیش بنانے میں بھارتی فوج کی مدد اور اس کام میں بنگلہ دیش کی وزیر اعظم سے سٹوفکیٹ حاصل کرنے کی تقریب میں سارے بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے، اعلانیہ کہہ چکا ہے کہ بھارت نے بنگلہ دیش بھارتی فوج کی مداخلت سے بنایا۔ بھارت کے یوم آزادی کے موقعہ پر یہ بھی کہہ چکا ہے کہ پاکستان کے بلوچستان اور گلگت بلتستان سے علیحدگی کی تحریکیں چلانے والوں کی مدد کے لیے مجھے ٹیلیفون کالز آ رہی ہیں۔ پاکستان میں بھارتی دہشت گردی کا ثبوت بھارتی نیوی کا حاضر سروس کلبھوشن پاکستانی قید میں ہے اور دہشت گرد کاروائیوں کی وجہ سے

موت کی سزا پا چکا ہے۔ بھارتی حکومت کے سارے کل پُرزے جس میں وزیر داخلہ سب سے آگے آگے ہیں بھارت میں ہندو اکثریت کو پاکستان کے خلاف جنگ پر اُکساتے رہتے ہیں۔ پاکستان کو دھمکیاں دیتے رہتے ہیں کہ پہلے پاکستان کے دوٹکڑے کیے تھے اب دس ٹکڑے کریں گے۔اس طرح اب بھارت کی پوری ہندو آبادی پاکستان سے جنگ پر آمادہ ہے۔اس سے قبل بھارت کو پاکستان میں ایک غدار پاکستان الطاف حسین ٹاؤٹ مل گیا تھا۔جس نے دہلی میں کہا تھا کہ پاکستان بننا ایک تاریخی غلطی تھی۔ بھارتیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ کیا ہم پاکستانی مہاجروں کو واپس لینے کے لیے تیار ہو؟ الطاف حسین نے بھارت حکومت کی ایما پر پاکستان اور خاص کر کراچی، جو پاکستان کی اقتصادی شہ رگ ہے، میں بندوق کے زور پر تباہی پھیلائے رکھی۔ پاکستان کی معیشت کو سخت نقصان پہنچایا۔

۹/۱۱ کے من گھڑت واقعہ کے بعد امریکا نے اسلامی دنیا میں دہشت گردی کی۔ بھارت اور افغانستان کو ساتھ ملا کر پاکستان میں افراتفری پھیلائی اسی دوران سابق جرنل کیانی نے اوباما کو ۴۰ صفات کا خط لکھا تھا کہ امریکا پاکستان میں افراتفری پھیلا کر اس کے ایٹمی اثاثے بین الاقوامی کنٹرول میں دینا چاہتا ہے۔۹/۱۱ جو اسرائیل اور امریکی کے خفیہ اداروں کا مشترکہ مشن تھا۔اس کے درجوں ثبوتوں میں سے ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اُس دن چار ہزار سے زاہد امریکی یہودی ٹون ٹاور کام پر نہیں گئے تھے۔ایک اور واضع ثبوت کہ مرتے وقت ایک امریکی نے انکشاف کیا، کہ میں نے ٹون ٹاور کی بنیادوں میں بارود رکھا تھا۔اسلامی اور ایٹمی پاکستان گریٹ گیم کے کل پرزوں، جس میں یہودی، عیسائی اور ہندوٗ شامل ہیں قطعاً پسند نہیں۔ یہ تینوں پاکستان کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔حکومت پاکستان نے بیان دیا کہ اسرائیل، بھارت اور ایک اور ملک نے پاکستان پر فضائی حملہ کا پروگرام بنایا تھا جسے پاکستان ناکام بنایا ہے۔یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں دھد کاری ہوئی قوم کہا ہے۔ جرا ہم پر ان کو چارج شیٹ کیا ہے کہ یہ انسانیت کے دشمن ہیں۔اخباری خبر کے مطابق اقوام متحدہ کی ایک تحقیقاتی رپورٹ نے اسرائیل کو غزہ کے مظالم پر انسانیت مخالف جرائم کا مرتکب قرار دیا گیا ہے۔۹/۱۱ کے بعد امریکا کی سرکردگی میں پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دینے کے لیے یہودی، بین الاقوامی الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے لیے سر دھڑ کی کوششیں کیں۔گریٹ گیم کے تینوں کردار بھارت اسرائیل اور امریکا، مسلم دنیا کے ممکنہ لیڈر اور ایٹمی، میزائل طاقت پاکستان کے خلاف ہیں اور اسے ختم کرنا چاہتے ہیں۔

ان میں بھارت دونوں سے آگے آگے ہے۔اس کی وجہ کہ مسلمانوں نے محمد بن قاسم سے لیکر مغلوں کی آخری حکومت تک ایک ہزار سال سے زیادہ ہندوستان پر، جس میں ہندو اکثریت میں تھے حکومت کر چکے ہیں۔مسلم حکمرانوں کی ہندو عوام کے ساتھ نرم اور ہمدردانہ پالیسیوں، اسلام کے پر امن نظریہ اور بزرگان دین کی تبلیغ کی وجہ سے کروڑوں ہندو مسلمان ہوئے تھے۔متعصب ہندو اس کا بدلہ پاکستان سے لینا چاہتے ہیں۔جب پاکستان بن رہا تھا تو ہندو لیڈر کہتے تھے۔جب قائد اعظمؒ کے دوقومی نظریہ کو ہم کمزور کر لیں گے تو پھر پاکستان کو اپنے ساتھ ملالیں گے۔ ہندو لیڈر پاکستان کو توڑ کر اکھنڈ بھارت بنانا چاہتے ہے۔وہ مسلمانوں سے ایک ہزار حکمرانی کا بدلہ لینا چاہتاے ہیں۔ ہندوؤں نے پاکستان کو کبھی بھی دل سے تسلیم نہیں کیا۔وہ پاکستان پر کئی جنگیں مسلط کر چکے ہیں۔بنگلہ دیش بنوا کر اس کا آغاز بھی کر چکے ہیں۔ ہندو پاکستان کے بانی قائد اعظمؒ کے دوقومی نظریہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔اس کے لیے وہ پاکستان کے سیکولر عناصر کو استعمال کر رہے ہیں۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب مشرقی پاکستان کو بھارت نے فوجی طاقت سے بنگلہ دیش بنایا تھا تو اُس وقت بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے تاریخی بیان دیا تھا۔ ”کہ بھارت نے قائد اعظمؒ کا دوقومی نظریہ خلیج بنگال میں ڈوبو دیا ہے۔ مسلمانوں سے ہندوستان پر ایک ہزار سال کی حکمرانی کا بدلہ بھی لے لیا ہے“۔ بھارتی فوج کے چیف بھی بیان دے چکے ہیں کہ پاکستان کو سیکولر بننا ہوگا۔ان حالت میں اگر پاکستان بھارت سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔تو اسے قائد اعظمؒ کے دوقومی نظریہ اور پاکستان میں مدینہ کی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے وژن کو سامنے رکھنا پڑے گا۔اس کا وعدہ عمران خان نے بھی اپنی منشور میں پاکستانی عوام کے سامنے رکھا تھا۔کہ وہ پاکستان کو علامہ اقبالؒ کے خوابوں اور تحریک پاکستان کے دوران برصغیر کے مسلمانوں سے قائد اعظم کے دعدے کہ پاکستان کو مدینہ کی فلاعی ریاست کے مطابق بنائیں گے۔ پاکستان کے بانی قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے تحریک پاکستان کے دوران کہا تھا۔جس دن ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا تو پاکستان تو اسی دن سے بن گیا تھا۔ پھر قائد اعظمؒ نے اپنی جمہوری جدو جہد اور دلیل کی بنیاد پر انگریزوں اور ہندوؤں کو شکست دے کر پاکستان حاصل کیا تھا۔ ہندوؤں نے کہا تھا کہ قومیں اوطان (وطن) سے بنتیں ہیں۔اس لیے مسلمان اور ہندو ایک قوم ہیں۔قائد اعظمؒ نے ہندوؤں کے اِس بیانیہ کو رد کیا اور کہا کہ قومیں

مذہب اور نظریات سے بنتیں ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے تحریک پاکستان کے دوران مسئلہ قومیت پر مضامین لکھ کر قائداعظمؒ کی پاکستان بنانے میں مدد کی تھی۔ اس جاندار بیانیہ پر دوقومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان بنایا تھا۔ شاعر اسلام علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:۔

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ہاشمی

اسی لیے مسلمانوں نے نعرہ لگایا تھا''کہ پاکستان کا مطلب کیا''لا الہ الا اللہ''بن کے رہے گا پاکستان۔ لے کے رہیں گے پاکستان۔ اور مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ۔ قائداعظمؒ نے ہندوؤں کو اپنی جمہوری جد وجہد سے شکست دے کر دوقومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان حاصل کیا تھا۔ ہندو قائد اعظمؒ کے دوقومی نظریہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

عیسائی اس لیے مسلمانوں کے مخالف ہیں کہ وہ اِس وقت دنیا میں غالب ہیں۔ اس سے قبل مسلمانوں نے مدینہ کی اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ۹۹/سال میں عیسائیوں کی رومی طاقت کو شکست دے کر اس وقت کی دنیا کے غالب حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایک ہزار سال سے زیادہ دنیا پر شاندار اور کامیاب طریقے سے حکومت کی۔ آخر میں عثمانی خلافت بھی تین براعظموں پر حکومت کر رہی تھی۔ جب ترک سیکولر بنے تو عیسائیوں نے ۱۹۲۴ء میں پہلی عظیم کے بعد عثمانی خلافت کو ختم کیا اور اسلامی دنیا کو چھوٹے چھوٹے راجوڑوں میں تقسیم کر کے آپس میں بانٹ لیا۔ عیسائیوں کا سرغنہ امریکا، اس وقت دنیا پر نیو ورلڈ آڈر مسلط کیا ہوا ہے۔ اسلامی دنیا میں اس کے پٹھو حکمران مسلمان عوام پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ ویسے بھی کوئی بھی غالب قوت کمزروں کو اپنے ایجنڈے پر زندہ رکھتے ہیں۔

صاحبو! یہ ساری کہانی سنانے کا مقصد اہل وطن کو یہ بتانا ہے کہ بھارت نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت پاکستان پر حملہ کیا ہے۔ گریٹ گیم کے تینوں ملکوں نے پہلے پاکستان کی معیشت کمروز کرنے کے لیے پاکستان کی فوجی انسٹالیشن پر حملے کروائے۔ اسرائیل نے اپنا میڈیا استعمال کر کے دنیا میں پاکستان اور مسلمانوں کو انتہا پسند اور دہشت گرد ثابت کیا۔ امریکا نے دوستی کے روپ میں دشمنی کر کے پاکستان میں قوم پرستوں کو خرید کے کر ٹی ٹی پی (تحریک طالبان پاکستان) بنائی۔ امریکا نے بلیک واٹر اور اپنے دہشت گرد، ریمنڈ ڈیوس جیسے جاسوسوں کے ذریعے پاکستان میں دہشت گردی کرواتا رہا اور اس کو ٹی ٹی پی سے ذمہ داری قبول کرواتا رہا۔ قوم پرستوں کی برین واشنگ کی اور پاکستان کی فوجی انسٹالیشن پر حملے کروائے۔ (حوالہ جرنل ریٹائرڈ شاہد عزیز کتاب یہ خاموشی کہاں تک) بھارت نے دشمن وطن دہشت گرد، الطاف حسین، پاکستانی قوم پرست پارٹیوں اور بھارتی پٹھو افغان حکومتوں کو استعمال کر کے اور خود اپنے جاسوسوں اور کلبھوشن یادیو کے ذریعے پاکستان میں دہشت گردی کرائی۔ جب ا ے سال سے کشمیر میں ظلم وسفاکیت سے تنگ آئے ہوئے کشمیری نوجوان نے بھارتی فوجیوں پر پلومہ میں فدائی حملہ کیا۔ یا بھارت کی اپوزیشن کے مطابق مودودی نے الیکشن جیتنے کے لیے خود کرایا۔ تو بھارتی دہشت گرد وزیر اعظم مودی نے فوراً بغیر تحقیق اور ثبوت کے الزام پاکستان پر لا دکر، بلا آخر پاکستان پر حملہ کر دیا صاحبو! یہ سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ ان ساری باتوں کا بوجھ ڈکٹیٹر مشرف پر بھی پڑھتا ہے۔ جس نے امریکا کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔

اب دنیا کو ڈومور کرنا چاہیے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حکومت ،فوج اور عوام گریٹ گیم کے تینوں ملکوں کے برخلاف ہے اور ایک پیج پر ہے۔ پاکستانی عوام اور سیاسی پارٹیوں نے اپنی حکومت سے بھر پور یکجہتی کا مظاہرہ کر کے بھارت کے دانت کھٹے کر دیے ہیں۔ خوشی کی کا موقعہ ہے کہ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں بھارتی حملہ کے خلاف حکومت اور اپوزیشن یک جان ہوگئی ہے۔ انصاف پسند دنیا جو پاکستان کے خلاف منفی پر پیگنڈا کا شکار ہو گئی تھی۔ عمران خان کی امن کی کوششوں کی تعریف کرنے لگی ہے۔ خود بھارت میں سکھ اور انصاف پسند طبقے پاکستان کی امن پسندی کے تعریفیں کر رہے۔ بھارت میں ۲۱/اپوزیشن کی پارٹیوں نے مودی سے بیزاری ظاہر کر دی ہے۔ عمران خان نے بھی بھارت کو للکار کر کہا ہے کہ پاکستان کو نا جائز تنگ نہ کرو۔ پاکستان نے اپنے وطن کی حفاظت کے ٹیپو سلطان بننا پسند کیا ہے نہ کہ بہادر شاہ ظفر، جس نے شکست قبول کر لی تھی۔ الحمد اللہ پاکستان ایک ایٹمی، میزائل قوت ہے۔ مسلمانوں کو جنگ سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی۔ اور اگر دشمن جنگ چھیڑ دے اور ہم نہیں تو پھر کوئی نہیں!۔ اس نازک موقعہ پر او آئی سی کو دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاکستان کے دشمن کو اپنی میٹنگ میں دی گئی دعوت واپس لے لینا چاہیے تھا۔ خیر پھر بھی او آئی سی نے بھارت کی دہشت گردی کے خلاف قرار داد منظور کر کے پاکستان کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہمارے دشمن بھارت یاد رکھے کہ اگر وہ ایٹمی پاکستان کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا تو خود بھی ختم ہو جائے گا۔ اللہ پاکستان کی حفاظت فرمائے آمین۔

کیا یہ وہی دور تو نہیں؟

شگفتہ حسن صاحبہ۔لندن

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا کام صرف عربوں کو اسلام سکھانا اور ان پر غالب آنا ہی نہیں تھا بلکہ تمام ادیان باطلہ پر غالب آنا ہے۔ جیسا کہ ہر ذی شعور شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تمام ادیان باطلہ پر اسلام غالب نہیں آسکا تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ الصّف کی آیت ۱۰ میں فرماتا ہے:۔

ھُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ وہی جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیّۃً غالب کر دے خواہ مشرک بُرا منائیں۔

یعنی رسول اللہ ﷺ صرف ایک دین کے ماننے والوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے بلکہ تمام جہانوں میں ظاہر ہونے والے ہر دین کے پیروکاروں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور غلبہ پائیں گے۔اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اسلام کا ادیان باطلہ پر غلبہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔اس مفہوم کی وضاحت حضورﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "**یھلك اللّٰه فی زمانه الملل کلها الاالاسلام**" امام مہدیؑ کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا باقی تمام ادیان کو مٹادے گا۔ (ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اُمّت میں ظاہر ہونے والے مسیح و مہدیؑ آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند اور ظِلّ کامل ہوں گے۔آنے والے مسیح و مہدیؑ کا ادیان باطلہ پر غالب آنا حضرت محمد ﷺ کا غالب آنا ہی ہوگا۔ دراصل مہدی و مسیح موعود کا آنا حضرت محمد ﷺ کا آنا ہی ہوگا۔جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ "**مثل اُمّتی مثل المطر لا یدری اوله خیر ام اخره**" میری اُمّت کی مثال اُس بارش کی سی ہے جس کے متعلق معلوم نہیں کہ اس کا اوّل حصہ بہترین ہے یا آخری حصہ۔ (مشکوٰۃ کتاب الرقائق باب ثواب ھذہ الامۃ)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کہتے ہیں:۔

اللہ نے بھیجا محمدؐ کو غلبہ دین کے لیے تا کہ دین حق کو غالب کر دیں تمام ادیان پر۔اور بھیجا پوری نوعِ انسانی کے لیے۔۔لیکن تکمیل رسالت کا آخری مرحلہ وہ ہوگا کہ جب کل نوع انسانی پر اللہ کا دین غالب آجائے۔علامہ اقبالؔ نے جواب شکوہ میں بڑی پیاری بات کہی ہے ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں ، کام ابھی باقی ہے
نُورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے !!

یہ کام ابھی نہیں ہوا۔پوری نوع انسانی تک تو یہ دین نہیں پہنچا لیکن نوٹ کر لیجیے یہ ہو کر رہنا ہے۔۔۔ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے زمانے سے لے کر تا قیام قیامت پانچ ادوار گنا دیے ہیں۔۱۔دورِ نبوت۔۲۔خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (یعنی نبوّت کے طریق پر خلافت)۔۳۔ظالمانہ ملوکیت۔۴۔غلامی والی ملوکیت۔۵۔پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ یعنی خلافت راشدہ۔اس وقت نوع انسانی اس پانچویں دور کی دہلیز تک پہنچی ہوئی ہے گویا یہ دور آیا چاہتا ہے۔ (ختم نبوت کے دو مفہوم از ڈاکٹر اسرار احمد صفحہ ۳۷)

ڈاکٹر اسرار کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک سے جزیرہ نمائے عرب میں وہ ہو گیا۔۔اب بھی یہی ہوگا کہ کسی ایک خطے میں اللہ کا وہ نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم ہوگا۔یہ کب ہوگا؟ یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔(یعنی نبی کب آئے گا) (ختم نبوت کے دو مفہوم صفحہ ۴۰ ناشر خدام القرآن لاہور)

معزز قارئین! جیسا کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ اور حدیث شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح و مہدیؑ کے زمانہ میں ادیان باطلہ پر اسلام غالب آجائے گا۔ایسے عظیم الشان محمدؐ کے غلام کی آمد سے پہلے ضروری تھا کہ اُس کے آنے کی نشانیاں اور آخری دور میں رونما ہونے والے واقعات و حالات کا نقشہ اُمّت محمدؐیہ پر آشکار ہوتا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرقان حمید میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیان کردہ احادیث مبارکہ میں اس عظیم خوشخبری کے اُمّت مُسلمہ میں نازل ہونے کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔اور ان علامات میں اُمّت مسلمہ کا ایمان سے دور ہو جانا، یہودیوں کے مشابہ ہو جانا، سائنسی ایجادات اور نئی نئی بدعتوں کا عام ہونا، دجّال کا فتنہ، آنے والے مسیحؑ کا حُلیہ، آنے والے مسیحؑ کی ذمہ داریاں اور حضرت مہدی و عیسیٰؑ سے علماءِ سُوء کی بُغض و عداوت وغیرہ وغیرہ نمایاں ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسیح و مہدی علیہ السلام کی آمد پر

قعرِ مذلت میں کلبلاتے علماءِ سُوء کی حالت زار کیا ہوگی، جب ان پر روشنی کی کرنیں پڑیں گی۔

حضرت عمرو بن عوفؓ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''بلاشبہ دین (اسلام) حجاز میں سمٹ آئے گا جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ میں سمٹ آتا ہے اور دین (اسلام) حجاز میں محفوظ ہوگا جیسا کہ پہاڑی بکری پہاڑ کی بلندی پر پناہ لیتی ہے۔ بلاشُبہ دین (اسلام) کا آغاز اجنبیت میں ہوا اور یقیناً اس کا آخر بھی اس کے آغاز کی مانند ہوگا'' پس خوشخبری ہے اجنبیوں کے لیئے'' یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد میری سُنّت کی اصلاح کریں گے جسے لوگ بگاڑ دیں گے۔''

(مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶ حدیث نمبر ۱۷۰ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''دین کی ابتداء اجنبی ماحول میں ہوئی اور وہی ابتدائی دور پھر لوٹ آئے گا۔ بشارت ہے اجنبیوں کے لیے۔'' (صحیح مسلم کتاب الایمان)

مولانا عاصم عمر صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

آج یہی کہا جائے گا کہ اسلام ایک ارب چالیس کروڑ کے ہوتے ہوئے بھی اجنبی بن کر رہ گیا ہے۔ (اگر اسلام اجنبی ہوگیا ہے تو امام مہدی و مسیح موعود کو بھی تلاش کرنا ضروری ہے) (تیسری جنگ عظیم اور دجّال از مولانا عاصم عمر صاحب)

مولانا عبدالہادی العمری نے کہا ہے کہ اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسلام ایسے ہی اجنبی ہو جائے گا جس طرح ابتداء میں اجنبی تھا۔ آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اجنبیت کا وہ دور آ چکا ہے کیونکہ آج کل صحیح اسلام پر عمل کرنا مشکل ہو چکا ہے۔

(روزنامہ جنگ لندن ۱۸ فروری ۲۰۱۱ء)

قارئین کرام! آخری دور میں امام مہدی کی صورت میں اللہ کی رحمت کا نزول حضرت محمد ﷺ کی عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ مگر اس کی ناقدری کرنے والے خود کو علماء کہلانے والے ہونگے۔ مشہور شیعہ کتاب الصراط السوی فی احوال المھدی میں لکھا ہے۔''وہ لوگ اوّل اس (مہدی) کی تصدیق کر سکتے ہیں۔۔۔ جو پہلے سے مومن ہوں اور اس کے منتظر۔ جب تک ان میں حالتِ منتظرہ پہلے سے پیدا نہ ہوگی ہرگز اطاعت و اتباع میں سبقت نہ کر سکیں گے بلکہ ہرگز نہ ایمان لائیں گے بلکہ مثل شیطان شک و شبہ کر کے اپنے قیاساتِ باطلہ رکیکہ سے اس کی حجّیت کا انکار کریں گے بلکہ اس کے مقابلہ کو تیار اور عداوت اور دُشمنی پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہر طرح سے اس کو اور اس کے معتقدین کو اذیت پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ علماء اس کے قتل کے فتوے دیں گے۔ اور بعض اہل دول اس کے قتل کے لیے فوجیں بھیجیں گے اور یہ تمام نام کے مسلمان ہوں گے۔ (الصراط السوی فی احوال المھدی از علامہ سیّد محمد سبطین صفحہ ۵۰۷ ناشر امامیہ کتب خانہ مغل حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور)

اس ضمن میں مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب پیشوا فرقہ دیوبند فرماتے ہیں کہ امام مہدیؑ چونکہ سراپا کلام اللہ کے موافق ہوں گے اس لیے کروڑوں لوگ مہدیؑ سے ردگردانی کریں گے۔ (قاسم العلوم صفحہ ۱۱۵)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا:۔

''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ قرآن کا صرف رسم الخط رہ جائے گا اُن کی مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر حقیقت میں نُورِ ہدایت سے محروم ہوں گی۔ اُن کے علماء اِس آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ہر فتنہ انہیں سے نکلے گا اور انہیں کی طرف لوٹ جائے گا۔'' (مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۵۲ احدیث نمبر ۲۷۶ بیہقی شعب الایمان)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

''میری اُمّت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا، جس میں جھگڑے ہوں گے، لڑائیاں ہوں گی، اختلافات پیدا ہو جائیں گے۔ بظاہر تو لوگ یعنی عوام ہی لڑتے ہیں لیکن اُن کا کوئی قصور نہیں ہوگا۔ وہ اپنے علماء کی طرف رجوع کریں گے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آخر اُن کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ کیوں فتنہ فساد کا شکار ہو گئے ہیں۔ پس جب وہ اپنے علماء کے پاس رہنمائی کی اُمید سے جائیں گے۔ تو وہ اُنھیں بندروں اور خنزیروں کی طرح پائیں گے۔ یعنی وہ علماء نہیں ہیں بندر اور خنزیر ہیں۔

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال جلد ۷ صفحہ ۱۹۰)

حضرت ابوداؤدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اتنے میں حضور ﷺ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اُٹھائی پھر فرمایا: یہ وہ گھڑیاں ہیں کہ (ان کے بعد) لوگوں سے علم چھین لیا جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ علم کا کوئی حصہ اُن کے پاس باقی نہ رہے گا۔ حضرت زیاد بن لبیدؓ نے عرض کیا کہ ہم میں سے علم کیسے جاتا رہے گا جب کہ ہم نے قرآن پڑھ لیا ہے، سو خُدا کی قسم ہم خود بھی پڑھیں گے اور عورتوں اور بیٹیوں کو بھی پڑھائیں گے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: تجھے تیری ماں روئے! میں تو تجھے مدینہ کے عالموں میں اور عقلمندوں میں شمار کرتا تھا۔ دیکھو یہ تورات اور انجیل یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس بھی موجود ہے۔ پھر ان لوگوں کو اُن سے کیا فائدہ ہوا؟

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ حدیث نمبر ۵۱۳ ابواب العلم، ابن ماجہ۔ کتاب الفتن صفحہ ۶۰۸ حدیث نمبر ۴۰۴۴ باب الفتنہ بحوالہ شریعت یا جہالت صفحہ ۵۴) (بقایا صفحہ ۵۲)

''یورپ کے احیائے علوم پر اسلامی اثرات''

زکریا ورک، ٹورنٹو کینیڈا

یہ مقالہ ابن سینا اکیڈیمی علی گڑھ میں سالانہ خطبہ کے طور پر نومبر ۲۰۱۳ء کو پڑھا گیا تھا

میں علی گڑھ میں پہلی بار آیا ہوں جو پیار اور محبت مجھے یہاں ملی ہے اس کے پیش نظر میں جب تک ہے جاں یہاں آپ احباب سے ملاقات کیلئے آتا رہوں گا۔ میں پروفیسر حکیم سید ظل الرحمٰن صاحب ڈائریکٹر ابن سینا اکیڈیمی کا ممنون احسان ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ اعزاز بخشا ہے کہ آپ سے یورپ کے احیائے علام پر اسلامی اثرات کے ضمن میں اپنی معروضات پیش کروں۔

قبل اس کے کہ میں اپنے اصل موضوع پر اظہار خیال کروں، میں کچھ باتیں ابن سینا اکیڈیمی کے بارہ میں کہنا چاہوں گا۔ کچھ روز پہلے محترم حکیم صاحب نے بہ نفس نفیس مجھے اور میری اہلیہ کو اکیڈیمی کے اہم اور دلچسپ حصوں سے متعارف کرایا۔ عمارت کی دوسری منزل پر اکیڈیمی کے ہال میں داخل ہوتے ہی انسان دیکھتا ہے کہ قرینے سے کتابیں شیلفوں میں سجائی ہوئی ہیں۔ کمرے میں لمبے میز اور دونوں طرف کرسیاں ہیں۔ لمبے میز کے کونے پر حکیم صاحب کی کرسی ہے جہاں پر وہ بیٹھ کر تمام دفتری کام اور تخلیقی کام کرتے ہیں۔ اسی بڑے کمرے میں وزیٹرز کیلئے رجسٹر رکھا ہوا ہے جس میں دنیا بھر سے آنے والے تمام زائرین اپنا نام اور پیغام لکھتے ہیں۔ کمرے میں کافی روشنی ہے اور تازہ ہوا بھی آتی ہے۔ کمرے ایک طرف اونچائی پر کھلی جگہ پر جہاں حکیم صاحب نے اب تک اپنی شائع ہونے والی کتابوں کا ذخیرہ رکھا ہوا ہے۔

حکیم صاحب نے جن موضوعات کو ضروری سمجھا ان پر یہاں کتابوں کا نایاب ذخیرہ ہے۔ جیسے طب یونانی، تاریخ طب و سائنس، علم الادویہ، اقبالیات، بھوپالیات، غالبیات، اردو اور فارسی کلاسیکی ادب، سفرنامے، سیرت، تاریخ ہند، تاریخ تمدن۔ یہاں دو بڑے بڑے میوزیم بھی موجود ہیں یعنی کرم حسین میوزیم آف آرٹ اینڈ کلچر، اور فضل الرحمٰن میوزیم آف ہسٹری آف میڈیسن اینڈ سائنس۔ یہاں ادبی اور طبی رسائل اور جرنلز کا قیمتی ذخیرہ بھی بڑی محنت سے جمع کیا گیا ہے۔ جالینوس کی طبی تصانیف کو تدوین و ترجمہ کر کے اکیڈیمی نے گراں بہا خدمت انجام دی ہے۔ یوں طب کی قدیم کتابوں کے اولین مصنفین کی کتابیں اردو قارئین کو پڑھنے کو ملی ہیں۔ جیسے جالینوس کی کتاب الفرق، قسطا ابن لوقا کا رسالہ نقرس، روفس کا رسالہ نبیذ۔ راقم السطور کے علی گڑھ آنے سے قبل اس کو اکیڈیمی کا رسالہ نیوز لیٹر آف ابن سینا اکیڈیمی ملنا شروع ہو گیا تھا۔ انگلش کے اس رسالہ کا مقصد طب کی دنیا میں برپا ہونیوالے کاموں سے احباب کو آگاہ کرنا ہے نیز جن معتبر مصنفین، دانشوروں نیچال ہی میں اس دنیا سے کوچ کیا ہے ان کی زندگی اور کاموں سے آگاہ کرنا ہے۔ عالمی سطح پر مختلف فیلڈز میں ہونیوالے تحقیقی کاموں، کتابوں اور کارناموں سے طلباء کو رہنمائی ملتی ہے۔ غالبیات کی رنگا رنگ تصاویر ہر ایک کی توجہ کا مرکز بنتی ہیں۔ غالب کی زندگی پر شائع ہونیوالے رسالوں کے خاص نمبر یہاں موجود ہیں۔ صادقین کی بنائی ہوئی غالب کی تصاویر ہیں بلکہ غالب کے اشعار پر بنی تصاویر بھی ہیں۔ غالب کی صد سالہ تقریبات پر یادگاری اشیاء جیسے چابی کا چھلا، پینسلیں، ڈاک ٹکٹ، فلاسک البم بھی یہاں ہیں۔ مختلف ممالک میں غالب کے متعلق ایک ہزار سے زیادہ کتب و رسائل کا نادر الوجود ذخیرہ یہاں موجود ہے۔ جناب حکیم صاحب نے غالب پر ۲۲۵ کتب اور رسالے پچاس ہزار روپے میں چند سال قبل خریدے تھے ان میں کچھ غالب کی زندگی میں شائع ہوئی تھیں۔ طبی مخطوطات کا بیش قیمت ذخیرہ افسوس قلت وقت کے باعث میں دیکھ نہ پایا۔

دیواروں پر عہد وسطیٰ کے مسلمان اطباء، مصنفین، سائنسدانوں، ترجمہ نگاروں کی پورٹریٹ سجائی گئی ہیں۔ ایک دیوار پر طب کے آلات کا ذخیرہ قرینے سے سجایا گیا ہے۔ ایک دیوار پر دنیا کے یادگاری ٹکٹ لگائے گئے ہیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ سب کام ایک شخص نے انجام دیا ہے۔ حکیم صاحب موصوف یونان گئے اور وہاں سے لمبے لمبے سفر کر کے اپنے ساتھ نوادرات یونان اپنے ساتھ لے کر آئے۔ اس عظیم الشان اکیڈیمی کیلئے تمام کا تمام سرمایہ حکیم ظل الرحمٰن نے خود لگایا ہے۔ آج اکیڈیمی کو چودہ سال کا عرصہ ہو رہا ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ یہ اکیڈیمی زندہ و تابندہ رہیگی۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک شوکیس میں قیمتی کھانے کی پلیٹیں، گلاس رکھے ہوئے تھے جو کسی شاہی خاندان کے فرد نے ان کو تحفہ میں دئے تھے۔ اسی طرح امریکہ سے ایک ڈاکٹر صاحبہ اکیڈیمی دیکھنے آئیں اور جانے سے قبل قیمتی سامان جو ان کے خاندان میں تھا اکیڈیمی کی نذر کر گئیں۔

یہ علی گڑھ کی خوش قسمتی ہے کہ اس شہر نگار کو سر سید احمد خاں کے بعد حکیم سید ظل الرحمٰن جیسا نابغہ روزگار انسان عطا ہوا ہے جنہوں نے یہ سارا کام اپنی ریٹائر منٹ کے بعد کیا ہے جو کہ آرام اور فرصت کا ہوتا ہے۔ اکیڈیمی تین منزلوں پر واقع ہے 75 برس کا ہونے کے باوجود حکیم صاحب سارا دن نوجوانوں کی طرح سیڑھیوں پر اوپر نیچے جاتے رہتے ہیں۔ جتنی بار میں نے ان کو دیکھا ان کے چہرہ پر بشاشت کے آثار تھے۔ ابن سینا اکیڈیمی ان کا مقصد حیات ہے جس میں ہر طرح کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں۔

اب میں اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتا ہوں۔

دنیائے اسلام کے پہلے نوبیل انعام یافتہ سائنسدان عبد السلام (1926-1996) نے فرمایا تھا سائنس انسانیت کی مشترکہ وراثت ہے یعنی Science is the shared heritage of mankind۔ سائنس تمام نوع انسانیت، تمام قوموں تمام ملکوں تمام نسل ورنگ کے لوگوں کی مشترکہ میراث ہے۔ سائنس یونیورسل چیز ہے دنیا میں اسلامی سائنس، ہندو سائنس، یہودی سائنس یا نصرانی سائنس نام کی کوئی چیز نہیں اسلئے جب ہم اسلامی سائنس کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ سائنس کا وہ دور جس وقت اس کا فروغ اسلامی ممالک میں ہوا، وہ اسلامی تھا۔ سائنس کے فروغ میں ہر ملک ہر قوم کے لوگوں نے حصہ لیا ہے شاید پانچ ہزار سال سائنس نے چین میں فروغ پایا، سرزمین ہندوستان میں سائنس نے فروغ پایا پھر جب ان قوموں یا خطہ زمین پر ادبار آیا تو یہ بغداد، قاہرہ، رے، بخارا، قرطبہ میں پہنچنا شروع ہوگئی۔ دولت، حکومت اقتدار اور سربراہان مملکت کی سرپرستی اور سائنس کے فروغ میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جتنا عرصہ اسلامی دنیا میں حکمران شاہزادے، بادشاہ اور سلطان سائنس کے کاروبار کی سرپرستی کرتے رہے سائنس پوری آب وتاب کے ساتھ دماغوں کو جلا بخشتی رہی۔ اور ایک چراغ دوسرے چراغ کو روشن کرتا رہا۔ پھر جب اسلامی دنیا میں 1258ء کے بعد تنزل آیا تو یہ سلطنت عثمانیہ میں چارسو سال تک آگے کی طرف بڑھتی رہی۔

اس دوران جو انکشافات، جو ایجادات جو نظریات مسلمانوں نے طشت از بام کئے وہ سسلی، اٹلی، اسلامی سپین کے راستے یورپ پہنچنا شروع ہوگئے۔ عربی زبان اس وقت عالمی سائنسی زبان Lingua franca تھی۔ سائنسی علوم کا تمام ذخیرہ عربی زبان میں تھا۔ چنانچہ سپین میں طلیطلہ کے مقام پر عیسائی راہبوں پادریوں نے سکولز آف ٹرانسلیشن قائم کئے جہاں عربی کتابوں کے تراجم لاطینی، قشتالین، اطالین اور دیگر زبانوں میں کئے جانے لگے۔ یہاں کا مشہور ترجمہ نگار اطالین جیرارڈ آف کریمونا تھا جس نے ستر سے زیادہ عربی کتابوں کے لاطینی میں تراجم کئے جن میں سے کئی ایک میڈرڈ کے قریب واقع اسکوریال لائبریری میں موجود ہیں۔ طلیطلہ کے علاوہ تراجم کا قابل ذکر مکتب سسلی میں تھا جہاں بادشاہ فریڈرک دوم اس علمی کام کی سرپرستی کررہا تھا۔ یہاں کا قابل ذکر ترجمہ نگار مائیکل سکاٹ تھا۔ اکثر تراجم آکسفورڈ کی بوڈلین، لیڈن کی لائبریری نیز یورپ کی دیگر یونیورسٹیوں میں ابھی تک محفوظ ہیں اور اہل دانش کے لئے نئے نئے علم کے راستے اور نئے انکشافات ان پر کرتے ہیں۔

عاجز نے چند سال قبل انگلش میں ایک مضمون رقم کیا تھا جس کا عنوان تھا یورپ نے اسلامی ممالک سے کیا سیکھا What Europe learnt from Islamic lands جس میں بارھویں تیرھویں صدی کے یورپین ترجمہ نگاروں کے نام اور جن لاتعداد کتابوں کے انہوں نے تراجم کئے ان کی مکمل تفصیل دی گئی تھی۔ اردو میں یہی مضمون بغداد کا یورپ پر احسان تہذیب الاخلاق میں شائع ہوا تھا۔

یورپ کے احیائے علوم میں اسلام اور مسلمانوں کی کنٹری بیوشن کیا تھی؟ برطانیہ اور امریکہ سے اس موضوع پر پچھلے پانچ سالوں میں متعدد کتابیں منصہ شہود پر آئی ہیں جیسے ایک مصنف جس کا نام ڈاکٹر جم الخلیلی ہے وہ عراقی نژاد برطانوی پروفیسر ہیں۔ انہوں نے کتاب دی ہاؤس آف وزڈم The House of Wisdom by Jim al-Khalili لکھی ہے کتاب کا عنوان بغداد کی شہرہ آفاق اکیڈیمی دارالحکمۃ کے نام سے معنون ہے اسی طرح ایک امریکی مصنف کی کتاب لائٹ فرام دی ایسٹ Light from the East ہے۔ مائیکل مورگن کی کتاب لاسٹ ہسٹری Lost History by Michael Morgan بھی دلچسپ اور اہم کتاب ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح ہم نے تاریخ کی بہت ساری باتوں کو ضائع کردیا ہے جن کو زندہ رکھا جانا ضروری تھا۔ جان فری لی کی کتاب Alladin's Lamp by John Freelee میں مسلمانوں کے کارناموں ایجادات اختراعات کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔

یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں جن مسلمانوں مصنفین سائنسدانوں کی ایجادات، انکشافات اور تالیفات سے خوشہ چینی کی گئی وہ یہ ہیں: موسیٰ الخوارزمی، جابر ابن حیان، ابن یونس، الزہراوی، ابن سینا، ابن باجہ، ابن الہیثم، ابن نفیس، الجزری، نصیر الدین طوسی، علاؤ الدین ابن شاطر، الوغ بیگ، ابن خلدون، اور تقی الدین۔

موسیٰ الخوارزمی: عباسی خلیفہ المنصور کے عہد خلافت میں سندھ سے ایک سفارتی وفد بغداد آیا جو اپنے ساتھ ریاضی اور علم ہیئت کی کتابیں لایا تھا۔خلیفہ منصور کے حکم پر ان کتابوں کے تراجم ماہرین نے عربی زبان میں کئے۔ایک کتاب کا نام سدھانتا تھا جس کا ترجمہ عربی میں سندہ ہندھ کے نام سے کیا گیا درحقیقت یہ زیج Astrononomcal table تھی جو ہند وطریق سے بنائی گئی تھی۔علم الاعداد یعنی 1-9 تک کے ہندسوں کے استعمال اور ان کی پوزیشن کی اہمیت یعنی 109 or1009 اپنی پوزیشن کے پیش نظر اس کی قیمت طے ہوجاتی تھی۔ ہندوستان سے یہ اعداد جب بغداد پہنچے تو ان کو اعداد الہندی کا نام دیا گیا مگر جب یہ اسلامی سپین کے راستے یورپ پہنچے تو ان کو عربی اعداد Arabic Numerals کہا گیا۔البتہ صفر کی ایجاد بغداد میں ہوئی تھی۔صفر کی اہمیت تو آج کے کمپیوٹر دور میں اور بھی بڑھ گئی ہے۔جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کمپیوٹر میں آن یا آف 0&1 پر منحصر ہوتا ہے۔ نیز کمپیوٹر کی مشین لینگو ایج زیرہ اور ون پر ہے۔صفر کی وجہ سے انسان لاکھ، کروڑ، بلین، ٹریلین کے اعداد لکھ سکتا ہے۔ ذرا سوچیں اگر یہ اعداد ہندوستان سے یورپ نہ پہنچے ہوتے اور وہاں رومن اعداد رائج تھے تو آج کی ترقی کیسے ممکن ہوتی؟ خاص طور پر کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی فیلڈ میں۔

بنوموسیٰ برادران (بغداد نویں صدی): بغداد میں نویں صدی میں تین بھائی تھے جو خود سائنسدان اور سائنسدانوں کی فراخدلی سے کفالت کرتے تھے۔ یعنی محمد بن موسیٰ، احمد بن موسیٰ اور حسن بن موسیٰ۔محمد کے بارے میں برطانوی مصنف پروفیسر خلیلی لکھتا ہے کہ وہ پہلا سائنسدان تھا جس نے تھیورائز کیا کہ چاند سورج، اور دیگر سیارے فزکس کے قوانین کے طابع ہیں جس طرح یہ قوانین زمین پر لاگو ہوتے ہیں۔ مامون کے دور میں حسن مانا ہوا اھندس (جیو میٹریشن) تھا۔ان کے باپ موسیٰ بن شاکر کے نام کیساتھ منجم لکھا جاتا تھا جس کا مطلب ہے یا تو وہ اسٹرالوجر یا پھر اسٹرانومر تھا۔موسیٰ بن شاکر اپنے جوانی کے دور میں خراسان میں راہزن تھا جس نے وہاں کی سڑکوں کو پرخطر بنا دیا تھا۔تاج خلافت پہننے سے قبل جب مامون مرو (خراسان) میں تھا تو اس کو مامون کی قربت اور رفاقت حاصل ہوگئی کیونکہ وہ اس وقت تک ممتاز ماہر فلکیات بن چکا تھا۔

وفات سے قبل موسیٰ نے تینوں بیٹوں کو خلیفہ مامون کی سرپرستی میں دے دیا جس نے اسحٰق بن ابراہیم مصعبی کو ان کا گارڈین بنا دیا۔اسحٰق نے ان کو بیت الحکمۃ میں داخل کروادیا جہاں ان کا مربی واتالیق یحیٰ بن منصور تھا۔ یہاں انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کی اور جیومیٹری، حیال، میوزک اور علم فلکیات میں اختصاص حاصل کرلیا۔ابن یونس اور البیرونی نے ان کے فلکیاتی مشاہدات ان کی accuracy کی بناء پر سراہا تھا۔ان بھائیوں نے ہیئت، ریاضی اور انجنیئرنگ میں بیس کے قریب تصنیف کی تھیں۔تینوں بھائی یونانی کتابوں کے مسودات جمع کرنے کی شوقین اور بغداد کے ترجمہ نگاروں کے مربی اور سرپرست تھے۔

محمد ان تینوں بھائیوں میں سے زیادہ صاحب اختیار تھا جسکو جیومٹری اور اسٹرانومی پر کامل قدرت حاصل تھی۔احمد کو علم الحیال پر عبور حاصل تھا جبکہ حسن عبقری مہندس (جیومٹریشن) تھا جس کو زبردست حافظے اور منطقی دماغ ودیعت کیا گیا تھا۔اس کے کسی دشمن نے خلیفہ مامون الرشید کے سامنے اس کو بے عزت کرنا چاہا یہ کہہ کر کہ اس نے اقلیدس کی مبادیات Elements کی 13 کتابوں میں سے صرف چھ کا مطالعہ کیا تھا۔حسن نے جواب دیا کہ باقی کی جلدوں کا مطالعہ بے سود تھا کیونکہ وہ استخراج کے ذریعہ نتائج حاصل کرسکتا تھا۔ مامون نے اس کی علمیت کا اعتراف کیا مگر پھر بھی اس کی سرزنش کی اور کہا کہ کاہلی کی وجہ سے تم نے سب کا مطالعہ نہیں کیا، جیومٹری سے ان کا تعلق ایسے ہی ہے جیسے اب ت کا تحریر وتقریر سے۔

احمد ابن موسیٰ کی علم الحیال یعنی میکانیاتی مشینوں Mechanics پر نویں صدی میں اعلیٰ پایہ کی کتاب قلم بند کی تھی۔اس کا انگلش میں ترجمہ ڈانلڈ ہل Donald Hill - A Book of Ingenious Devices نے کیا تھا۔عہد وسطیٰ میں کتاب الحیال نے کافی شہرت پائی تھی۔ترکش موجد، میکینکل انجنیئر بدیع الزمان الجزری (وفات 1206ء) نے بھی اپنی کتاب الجامع بین العلم والعمل النافع فی صنعت الحیال کے اس باب کے تعارف میں جس میں فاؤنٹین کا ذکر ہے، موسیٰ برادران کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان کے واٹر فاؤنٹین قابل اعتبار نہیں تھے۔ بیسویں صدی کے شروع میں جرمن سکالر ویڈے مان Widemann اور ایف ہاؤسر F. Hauser نے کتاب الحیال پر مشترکہ مقالہ لکھا جس میں واٹر ڈسپنسرز پر مطالعہ پیش کیا گیا اور ان کے کام کرنے طریقہ بیان کیا گیا تھا۔اسکے ہمراہ ماڈلز بھی دئے گئے ہیں۔ ہاؤسر اپنے طور پر بھی کتاب الحیال کا مطالعہ ضبط تحریر میں لایا جس میں باقی کے ماڈلز دئے گئے ہیں۔ہاؤسر کی کتاب میں عربی کی فنی اصطلاحوں کے نام کے متبادل جرمن زبان میں دئے گئے تھے۔

ابوالحسن نافع ابن زریاب (852-789): عراق میں پیدا ہونیوالا نادر روزگار

انسان جو اسلامی سپین کے افق پر مہتاب بن کر فروزاں ہوا۔ اس کے والدین مشرقی افریقہ سے عراق ہجرت کر کے آئے تھے۔ اگر آپ نے اپنا کھانا سوپ سے شروع کیا ہے اور سویٹ ڈش پر ختم کیا ہے؟ اگر آپ نے اسپاراگوس کھائے ہیں؟ اگر آپ نے ٹوتھ پیسٹ استعمال کی ہے؟ اگر آپ مشروبات کیلئے کرسٹل گلاس استعمال کیا ہے؟ اگر ایسا کیا ہے تو پھر آپ زریاب کے ممنون احسان ہیں جس نے ان کو شروع کیا تھا۔ پیشہ کے لحاظ سے زریاب موسیقار تھا جو قرطبہ کے شاہی دربار میں نغمے سنایا کرتا تھا۔ اس نے ایک اسکول آف میوزک کی داغ بیل ڈالی جو اس کی وفات کے پانچ سو سال بعد تک جاری رہا۔ مؤرخ ابن حیان قرطبی نے اپنی کتاب المقتبس میں لکھا ہے کہ زریاب کو ہزاروں گیت یاد تھے۔ سنگیت کے میدان میں اس نے ایسٹرن میوزیکل انسٹرومنٹ میں ایسی جدت پیدا کی کہ بعد میں یہ عود Ud بن گیا، امتداد زمانہ سے یہ گیٹار کی شکل اختیار کر گیا۔ بحیرہ روم کے علاقہ میں اس نے نئے میوزیکل سٹائیل کو رواج دیا۔ یورپ کے میوزک پر اس کا اثر دیر پا تھا۔ جن نئی چیزوں کو اس نے رائج کیا اور جلد ہی یورپ میں رواج پا گئیں ان میں سے کچھ کی تفصیل یہ ہے: اس نے کھانے میں تین ڈشوں کو مروج کیا یعنی پہلے سوپ دیا جائے، اس کے بعد مچھلی یا گوشت اور آخر پر سویٹ ڈش بشمول فروٹ، یا پستہ بادام، سوپ کیلئے پتلے ہلکے چمچے بنائے اس سے پہلے لکڑی کے بھاری چمچے ہوتے تھے۔ مشروبات کیلئے اس نے کرسٹل گلاس کا استعمال شروع کیا اس سے پہلے سونے اور چاندی کے گلاس ہوتے تھے۔ کھانے کی میز کو چمڑے کے میز پوش سے ڈھک دیا۔ سپین میں شطرنج اور پولو کا کھیل شروع کیا۔ سپین میں شاہی خاندان کے افراد اور اشرافیہ کپڑوں کو روز واٹر سے دھوتے تھے زریاب نے اس میں نمک کا اضافہ کیا۔ ڈرائنگ روم میں چمڑے کے فرنیچر کو رائج کیا۔ کھانے کے آداب طے کئے۔ پرفیوم، کاسمیٹک، ٹوتھ پیسٹ، ٹوتھ برش، کا استعمال شروع کیا۔ چھوٹے بالوں کے فیشن کو مروج کیا اور مردوں میں شیونگ۔ دنیا کا پہلا بیوٹی سلون قرطبہ میں شروع کیا۔ گرمیوں میں سفید کپڑے، اور موسم سرما میں گہرے رنگ کا لباس شروع کیا ان کے پہننے کیلئے تاریخیں مقرر کیں۔

اندلس میں گوشت، مچھلی، پرندے کا گوشت، سبزیاں، پنیر، سوپ کی ڈش ہوتی تھیں مگر زریاب نے نئی نئی تراکیب کیساتھ ان کو اندلس میں شروع کیا جو وہ بغداد سے لایا تھا۔ ایک ڈش کا نام تقلیات زریاب تھا جس میں کوفتے، اور بیسن کے ٹکڑے تیل میں تلے ہوتے تھے۔ سارا گوسا کے شہر میں ابھی تک ایک سویٹ ڈش استعمال ہوتی جو اخروٹ اور شہد سے بنائی جاتی، یہ زریاب نے شروع کی تھی۔ اسی طرح قرطبہ میں ایک ڈش کا نام زریابی ہے۔ الجیریا میں ایک ڈش کا نام زلابیا ہے spiral of fried batter soaked in saffron syrup جو ہندوستان کی جلیبی کی طرح ہے۔ ہندوستان میں جلیبی کا پتہ پندرھویں صدی میں چلتا ہے جس سے لگتا کہ یہ اندلس سے یہاں آئی تھی۔

ابو بکر زکریا رازی (طہران وفات 925ء): ہر کوئی جانتا ہے کہ نظریہ تجاذب نیوٹن نے دریافت کیا تھا۔ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ محمد ابن زکریا رازی نے ایک کتاب اس موضوع پر لکھی تھی یعنی سبب وقوف الارض فی السماء (فضاء میں زمین کے معلق ہونیکی وجہ)۔ اس کی تحقیق کا ماحصل یہ تھا کہ زمین کشش ثقل کے سہارے فضا میں معلق ہے۔ ایک مصنف ایس پائینز Shlomo. Pine کا کہنا ہے کہ جہاں تک رازی کی فزکس اور اس کے قونین کا تعلق ہے یعنی بنیادی آئڈیاز جو اس دور کے سائنسی علم کے لیول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے وضع کئے، وہ حیرانگی کی حد تک نیوٹن کے سسٹم سے مطابقت رکھتے تھے۔ غور فرمائے اس اقتباس پر:

Razi's physics consisted, as far as its principles were concerned, of fundamental ideas which, given the different level of scientific knowledge, were similar to surprising extent to those of Newton's system"۔(Arabic Versions of Greek Texts, article What was original in Arabic science, EJ Brill, Leiden 1986, p.197)

رازی کی شاہکار تصنیف کتاب الحوی دنیا کی شاہکار کتابوں میں سے ایک تسلیم کی جاتی ہے۔ اٹلی کے بادشاہ چارلس آف انجو کے یہودی عالم فراج بن سالم نے اس لازوال کتاب کا لاطینی ترجمہ 1279ء میں کیا اور چھاپے خانے پر یہ 1486ء میں Liber dictus Alhavi کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ الحاوی کے اثرات یورپ پر دیر پا تھے یہ یورپین میڈکل کالجز میں پانچ سو سال تک پڑہائی جاتی رہی۔ 1395ء میں پیرس کی فیکلٹی آف میڈیسن کا مکمل نصاب تین کتابوں کتاب الحاوی، کتاب المنصوری اور القانون فی الطب پر مشتمل تھا۔ جولائی 1999ء میں عاجز نے اس کتاب کا سرسری مطالعہ آکسفورڈ کی بوڈلین لائبریری میں کیا تھا۔ رازی کا کہنا تھا کہ نئی دوائیں جانوروں پر پہلے ٹیسٹ کی جانی چاہئیں۔ خود اس نے بندروں پر تجربات کئے، وہ ان کو دوا دیتا پھر اس کے اثرات ان پر ریکارڈ کرتا تھا۔ اس paediatrics, gynaecology, obstetrics, opthalomology میں قابل قدر اضافے کئے۔

(باقی اگلے شمارہ میں)

ہومیو پیتھک نُسخہ جات

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ

معدہ کی بیماریاں۔(4)

بھوک کبھی کم کبھی زیادہ، گوشت سے نفرت، نقصان پہنچانے والی چیزیں کھانے کی خواہش اور کھانے کے بعد متلی ہو تو فیرم فاس مفید ہے۔

معدہ میں تیزابیت کے لئے سلفیورک ایسڈ مفید ہے۔

بعض دفعہ شدید بھوک اور بعض دفعہ بھوک کا کلیتاً فقدان، کھٹی چیزوں سے سخت نفرت، کھانے کی کوشش پر اسہال لگ جاتے ہوں، غیر ہضم شدہ غذا کی قے، کھاتے ہی قے اور بعض دفعہ آدھی رات کے بعد ہو تو یوفریزیا مفید ہے۔

انڈہ کھانا پسند بھی ہو لیکن موافق نہ آئے۔ فیرم میٹ

معدہ میں سوزش ہو، زود حسی، ہر چیز کھانے یا پینے سے معدہ میں درد، زبان پر سفیدی، متلی اور ہواؤں سے پیٹ پھولا ہوا ہو اور دُکھتا ہو تو ہیڈی اوما مفید ہے۔

معدہ کی تکلیف کی وجہ سے ناک اور منہ سے بدبو آئے۔ سورائنم ۲۰۰

معدے میں ہوا، درد اور کھرچن کا احساس ہو جو گلے تک پہنچے اور دل کے مقام پر درد اور تشنج پیدا کرے، چھونے سے تکلیف بڑھے اور سر بھی بوجھل ہو تو ہیماٹوکسی لون مفید ہے۔

غذا کی نالی میں جلن ہو، بھوک کے باوجود کچھ کھایا پیا نہ جائے، پیٹ میں ہوا اور گڑگڑاہٹ ہو، معدہ کے مقام پر دباؤ اور چلتے ہوئے یا کھانستے ہوئے معدہ میں درد ہو تو ہیلی بورس مفید ہے۔

اگر کھانا کھانے سے متلی ختم ہو جائے۔ گریشولا

اگر نزلہ معدہ پر گرے اور تشنج ہو جائے، اچانک بَل پڑنے لگیں، معدہ میں سُکڑنے کا احساس ہو اس کے علاوہ عام معدے کی خرابی کے لیے۔ گریشولا (اس دوا کے مریض کے معدہ کی خرابی میں پلسٹیلا کی طرح اوپر کا ہونٹ سُوج جاتا ہے)

اگر گوشت سے عموماً مریض کو نفرت ہو، میٹھی چیزوں سے قے اور متلی آئے، معدہ پر دباؤ ہو، جلن کا احساس جس سے بھوک لگے اور ہر کھانے کے بعد قے اور متلی کا رجحان ہو۔ گریفائٹس

اگر کسی کھلاڑی کے معدہ میں تیزابیت ہو۔ جلسمیم

اگر معدے میں کمزوری اور خالی پن کا احساس ہو اور اس کے علاوہ خوف، دباؤ یا بُری خبر سے معدہ خراب ہو جاتا ہو تو جلسمیم اس کے علاوہ ارجنٹم نائٹریکم بھی مفید ہے۔

اگر ٹھنڈا پانی پینے کی خواہش کے ساتھ کھانا کھانے کی خواہش ہو تو ومیو پیتھک دوا فلورک ایسڈ مفید ثابت ہوتی ہے۔

چائے پینے سے پیدا ہونے والے بد اثرات کا تریاق ڈائسکوریا ہے۔

اگر کھانے کی خوشبو اشتہا پیدا کرنے کی بجائے بھوک ختم کردے اور پیاس

ہومیو فزیشن محترم رانا محمد حسن صاحب کی کتاب ''**خزینۃ الشفاء**'' کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کے تین سو ستر صفحات میں تقریباً تمام بیماریوں کا ہومیو پیتھک علاج بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح خواتین کیلئے ایک سو باون صفحات پر مشتمل کتاب '**امراض خواتین**' بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں خواتین کے مخصوص امراض اور اُن کا ہومیو پیتھک علاج تجویز کیا گیا ہے۔ کتب کے حصول کیلئے فون کریں۔

Mob.07792998973   Tel. 020.36747909

E-mail. peshwltd@gmail.com

بڑھادے۔ڈیجی ٹیلس۔(جگر اور یرقان میں یہ علامت عام ہے)

اگر مریض کو کھانا کھانے سے سکون مل جاتا ہو تو سلفر اور اگر آرام نہ آئے بلکہ دل ڈوبنے کا احساس معدہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہو کیونکہ یہ معدہ کی تکلیف نہیں ہوتی۔اس لیے معدے پر بوجھ پڑ جاتا ہے اور ساتھ خون کا دوران بڑھ جائے تو یہ دل کی تکلیف کی علامت ہے۔ڈیجی ٹیلس اور ساتھ کریٹیگس کو مددگار دوا کے طور پر استعمال کرنا نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔

اگر کھانا دیکھتے ہی بھوک ختم ہو جاتی ہو۔ کاسٹیکم

اگر خوراک کی نالی میں تشنج ہو۔ ایسافوٹیڈا

اگر معدہ جواب دے جائے،بھوک بالکل ختم،گوشت سے نفرت،مٹی کوئلہ وغیرہ کھانے کی خواہش،معدہ میں سوزش،تشنج کھٹے ڈکار اور ذائقہ ٹھیک نہ رہے۔ ایلومینا(حاد اور مزمن تیزابیت میں بھی کام آتی ہے)

اگر معدہ میں خالی پن اور بھوک کا احساس ہو تو کروٹن مفید ہے۔

اگر متلی ہونے سے اسہال شروع ہو جائیں اور اگر متلی کے ساتھ قے ہو جاتی ہو تو اپیکاک مفید ثابت ہوتی ہے۔

کھانا کھانے سے قبل اور بعد معدہ اور تمام پیٹ میں ٹھنڈک کا احساس ہو۔سسٹس(ایسے مریض کو پنیر کھانے کا بہت شوق ہوتا ہے اور خاص طور پر عورتوں کا مسالے دار چیزیں کھانے کو دل چاہتا ہے)

نظام ہضم سست ہو،پھل اور کھٹی چیزیں کھانے سے معدہ میں درد اور کھانا ہضم نہ ہو۔ چائنا

اگر دودھ پینے سے معدہ خراب ہو جاتا ہو۔ چائنا

اگر گوشت کھانا پسند نہ ہو۔ ایلو

کھانے کی بو خاص طور پر مچھلی کی بو برداشت نہ ہو(جس سے مریض بے ہوش بھی ہو جاتا ہے)اور انتڑیوں میں شدید تشنج ہو جائے اور مریض کو سخت بدبودار اسہال بھی آئیں یا اور اگر معدہ میں گرمی محسوس ہو یا سخت سردی کا احساس ہو تو ہومیو دوا کالچیکم مفید ثابت ہوتی ہے۔

معدہ میں کھٹاس،متلی اور قے کا رجحان پایا جائے۔ کاکولس

معدہ کا درد کمر تک پھیل جائے،کھانے سے وقتی طور پر معدہ کی تکلیفوں کو آرام آئے،گرم پانی اور گرم غذا مرغوب ہو اور خصوصاً دودھ پینے کی خواہش ہو تو چیلی ڈونیم مفید ہے۔

اگر بھوک ختم ہو جائے تو چینینم آرس کچھ لمبا عرصہ استعمال کرنا چاہیئے۔

اگر معدہ یا دل سے تشنج شروع ہو کر جسم کے باقی اعضاء میں پھیل جائے تو ہومیو پیتھک دوا سیکوٹا مفید ثابت ہوتی ہے۔

منہ کا ذائقہ خراب اچھے سے اچھا کھانا بھی بُرا لگے اور اگر کبھی بھوک بالکل مِٹ جائے اور بعض دفعہ شدید بھوک لگے جو ختم ہی نہ ہو اور کھانا کھاتے ہی پیٹ پھول جائے جلن اور تیزابیت پیدا ہو اور کھانے کے تھوڑی دیر بعد پھر بھوک لگ جائے۔ کلکیر یا آرس

اگر انڈے اور مچھلی سے الرجی نہ ہو لیکن معدہ ہضم نہ کرے تو کلکیر یا آرس بہترین دوا ہے۔

معدہ اگر بالکل جواب دے جائے کوئی چیز ہضم نہ ہو،خوراک معدہ ہی میں گلنے سڑنے لگے،گندے بدبودار ڈکار آئیں اور شدید متلی ہو اور ابکائیاں آئیں تو کیڈمیم سلف بہت مفید ہے۔

اگر کھانا کھانے کے بعد آرام محسوس ہو،مریض ہر وقت بھوک محسوس کرے معدہ اور نظام ہضم جواب بھی دے جائے لیکن بھوک ختم نہ ہو۔اگر ایسے مریض کو بھوک کے ساتھ سیاہ رنگ کی اُلٹیاں آئیں اور اور حالت موت کے مشابہ ہو جائے تو کاربوویج کی بجائے کیڈمیم سلف مریض کو موت کے منہ سے واپس کھینچ کر لاسکتی ہے۔(اگر تقدیر نہ جاری ہو چکی ہو)

اگر معدہ میں بے چینی ہو جس کی وجہ سے مریض سو نہ سکے۔ کیڈمیم سلف

معدہ کی جلن نمایاں ہو۔ کیپسیکم

معدے میں شدید درد جسے آگے جُھکنے سے آرام آئے۔ کولوسنتھس

بھوک لگے لیکن کھانا جسم کو نہ لگے،سوزش پیدا کرنے والے اسہال اور صبح کو ہوا پیدا ہو تو ہومیو پیتھک دوا آرسنک آئیوڈائیڈ مفید ثابت ہوتی ہے۔

اہم اعلان

پیشوا انٹرنیشنل میں ہومیو پیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیوفزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہو سکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

شمائل نبوی ﷺ (5)

(توحید پرستوں کا بادشاہ)

(چوہدری ناز احمد ناصر۔ لندن)

گزشتہ شمارہ میں ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کے شوقِ عبادت یعنی محبت الٰہی سے بھری اور خشوع وخضوع سے لبریز نمازوں کی ادائیگی کے متعلق ذکر کیا گیا تھا۔ ذیل میں نفلی عبادت تہجد کے متعلق سیرت حضرت محمد ﷺ کی روشنی میں چند گزارشات پیش کی جارہی ہیں۔

نماز تہجد

نبی کریم ﷺ کی فرض نمازیں نسبتاً مختصر ہوتی تھیں تاکہ کمزور، بیمار، بچے، بوڑھے اور مسافر کے لئے بوجھ نہ ہو لیکن آپ ﷺ کی تنہا نفل نمازوں کی شان تو بہت نرالی تھی۔ فرماتے تھے کہ: **''بندہ نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ خدا اس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں ہو جاتا ہے''۔** بلاشبہ محبت الٰہی اور فنافی اللہ کا یہ مقام آپ ﷺ نے حاصل کر کے ہمیں خوبصورت نمونہ دیا۔

تہجد کی نماز رسول اللہ ﷺ کی روح کی غذا تھی۔ فرماتے تھے کہ **''اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ایک خواہش رکھی ہوتی ہے اور میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے''۔**

(المعجم اللکبھر لطبرانی جلد12 ص84،،اسوہ انسان کامل ص62)

ابتدا میں آپ ﷺ رات کے وقت 13 یا 11 رکعتیں (مع وتر) ادا فرماتے اور آخری عمر میں کمزوری کے باعث 9 رکعتیں پڑھتے رہے۔ اگر کبھی رات کو اتفاقاً آنکھ نہ کھلتی تو دن کے وقت 12 رکعتیں ادا کر کے اس کی تلافی فرماتے۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ دو تہائی رات گذر چکی ہوتی تو آپ ﷺ باآواز بلند فرماتے: **لوگو! خدا کو یاد کرو، زلزلہ قیامت آنے والا ہے۔ اس کے پیچھے آنے والی گھڑی سر پر ہے۔ موت اپنے سامان کے ساتھ آپہنچی ہے، موت اپنے سامان کے ساتھ آ پہنچی ہے''** (ترمذی کتاب صفة القیامة باب منه 2381،،اسوہ انسان کامل ص62,63)

رات کے وقت آپ ﷺ کی نماز بہت لمبی ہوتی، نسبتاً لمبی سورتیں تلاوت کرنا پسند فرماتے۔ حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز (تہجد) کی کیفیت پوچھی گئی۔ آپؓ نے فرمایا: **''حضور ﷺ رمضان یا اس کے علاوہ دنوں میں 11 رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ مگر وہ اتنی لمبی پیاری اور حسین نماز ہوا کرتی تھی کہ اس نماز کی لمبائی اور حسن وخوبی کے متعلق مت پوچھو!''،** یعنی میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے آپ ﷺ کی اس خوبصورت عبادت کا نقشہ کھینچ سکوں۔

(بخاری کتاب الجمعة باب قیام النبی بلیل فی رمضان،،اسوہ انسان کامل ص63)

نوجوان صحابہ کو حضور ﷺ کی عبادت دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے عمزاد اور حضرت میمونہؓ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں:۔

''میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے گھر ٹھہرا، نصف رات یا اس سے کچھ پہلے آپ ﷺ بیدار ہوئے، چہرے سے نیند زائل کی۔ آل عمران کی آخری 10 آیات تلاوت فرمائی، پھر گھر میں لٹکے ہوئے مشکیزہ سے نہایت عمدہ طریق پر وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے، میں جا کر دائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے مجھے کان سے پکڑ کر دائیں طرف کر دیا، آپ ﷺ نے 13 رکعتیں ادا فرمائیں''۔

(بخاری کتاب الوضو باب قرء ة القرآن بعد الحدیث،،اسوہ انسان کامل ص63)

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کہتے ہیں کہ ایک رات مجھے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رات کو عبادت کرنے کی توفیق ملی۔ فرماتے ہیں **''آپ ﷺ نے پہلے سورہ بقرہ پڑھی۔ آپ ﷺ کسی رحمت کی آیت سے نہیں گذرتے تھے مگر وہاں رک کر دعا کرتے اور کسی عذاب کی آیت سے نہیں گذرے مگر رک کر پناہ مانگی۔ پھر قیام کے برابر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا۔ جس میں تسبیح وتحمید کرتے رہے، پھر قیام کے برابر سجدہ کیا، سجدہ میں بھی یہی تسبیح، دعا پڑھتے رہے، پھر کھڑے ہو کر آل عمران پڑھی، پھر اس کے بعد ہر رکعت میں ایک ایک سورة پڑھتے رہے''** (ابوداؤد کتاب الصلوة باب فی الدعاء ما یقول الرجل فی رکوعه و سجوده،،اسوہ انسان کامل ص64)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ (رسول اللہ ﷺ کے رازدان صحابی) فرماتے ہیں کہ ''انہوں نے رمضان میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی، جب نماز شروع کی تو آپ ﷺ نے کہا:۔

اَللّٰهُ اَکْبَرُ ذُوالْمَلَکُوتِ وَ الْجَبْرُوتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظْمَةِ؟

یعنی اللہ بڑا ہے جو اقتدار اور سطوت کبریائی اور عظمت والا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے سورة بقرہ (مکمل) پڑھی، پھر رکوع فرمایا، جو قیام کے برابر تھا، پھر رکوع کے برابر وقت کھڑے ہوئے، پھر سجدہ کیا، جو قیام کے برابر تھا، پھر دونوں سجدوں کے درمیان: رَبِّ اغْفِرْلِیْ، رَبِّ اغْفِرْلِی۔

میرے رب مجھے بخش دے، کہتے ہوئے اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر سجدہ کیا تھا۔ دوسری رکعتوں میں آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران، نساء، مائدہ، انعام وغیرہ طویل سورتیں تلاوت فرمائیں۔ (ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب ما یقول الرجل فی رکوعه و سجود: 740، اسوہ انسان کامل ص 64)

ام المؤمنین حضرت سودہؓ نہایت سادہ اور نیک مزاج تھیں، ایک رات انہوں نے بھی اپنی باری میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز تہجد ادا کرنے کا ارادہ کیا اور حضور ﷺ کے ساتھ جا کر نماز میں شامل ہوئیں، نہ معلوم کتنی نماز ساتھ ادا کر پائیں، مگر اپنی سادگی میں دن کو رسول کریم ﷺ کے سامنے اس لمبی نماز پر جو تبصرہ کیا، اس سے حضور ﷺ بہت محظوظ ہوئے، کہنے لگیں: **''یا رسول اللہ (ﷺ)! رات آپ نے اتنا لمبا رکوع کروایا کہ مجھے تو لگتا تھا کہ جھکے جھکے کہیں نکسیر ہی نہ پھوٹ پڑے''**، حضور ﷺ (جن کی ہر رات کی نماز ہی ایسی لمبی ہوتی تھی) ایک رات کی نماز پر یہ تبصرہ سن کر خوب محظوظ ہوئے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد 7 ص 722، اسوہ انسان کامل ص 65)

حمد باری تعالیٰ

نبی کریم ﷺ نمازیں بھی یادِ الٰہی اور اللہ کی حمد سے خوب لبریز ہوتی تھیں اور اس پہلو سے اللہ کی حمد کرنے میں آپ کی ایک اور سبقت کی شان بھی کھل کر سامنے آتی ہے، جیسا کہ آپ کا نام ''احمد'' بھی تھا، واقعہ میں آپ ﷺ اسم بامسمیٰ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش روئے زمین پر اس شان سے کب ہوئی ہوگی، جو آپ ﷺ نے کر دکھائی۔

آپ ﷺ اپنی نفل نماز کا آغاز تسبیح و حمد سے کرتے اور اس کے لئے ایسے الفاظ کا انتخاب فرماتے کہ جن کو سوچ کر آج بھی روح وجد میں آ جاتی ہے۔ تسبیح و تحمید کے یہ نغمے اور ترانے جو کبھی حرا کی تنہائیوں میں الاپتے اور کبھی مکہ اور مدینہ کی خلوتوں میں آپ ﷺ نے اپنے محبوب حقیقی سے سوز و گداز میں ڈوبی کیا کیا سرگوشیاں کیں۔ یہ تو احادیث کا ایک طویل باب ہیں۔ آپ ﷺ نماز تہجد کا آغاز ہی ''اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ'' سے کرتے کہ سب تعریف تیرے لئے ہے، پھر رکوع سے کھڑے ہوتے تو عرض کرتے:

''اے اللہ تیری اتنی تعریفیں کہ جن سے آسمان بھر جائے۔۔۔اور اتنی تعریفیں کہ زمین بھی ان سے بھر جائے۔۔۔اور اتنی حمد کہ آسمان و زمین کے بعد جو تو چاہے وہ بھی ان سے بھر جائے۔۔۔اور اتنی حمد کہ آسمان و زمین کے بعد جو تو چاہے وہ بھی بھر جائے۔۔۔اے تعریف اور بزرگی کے لائق!'' کوئی ہے جو اس ایک حمد سے ہی بڑھ کر کوئی حمد پیش کر سکے؟

بسا اوقات آپ ﷺ ساری ساری رات عبادت میں گذار دیتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ آپ ﷺ اتنی دیر (نماز میں) کھڑے رہے کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کر لیا۔ پوچھا گیا کہ کیا ارادہ تھا؟ فرمایا: میں نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں''۔ (بخاری کتاب الجمعہ باب طول القیام فی صلاۃ اللیل: 1067 اسوہ انسان کامل ص 65)

اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ قرآن کریم کی ایک آیت ساری رات نماز میں پڑھتے رہے۔

حضرت ابوذرؓ بیان فرماتے ہیں کہ **''رسول اللہ ﷺ ایک رات نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور ساری رات ایک ہی آیت قیام، رکوع، اور سجود میں پڑھتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی''**۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی آیت تھی، فرمایا: یہ آیت: **اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ** (المائدۃ: 119) **خدایا! اگر تو انہیں عذاب دینا چاہے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخشا چاہے تو تو بہت غالب اور بڑی حکمتوں والا خدا ہے''**۔ (نسائی کتاب الافتتاح باب ردید الایۃ: 1000، اسوہ انسان کامل ص 66)

سبحان اللہ! خدا اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن آرام کی نیند سو رہے ہیں اور خدا کا پیارا رسول (ﷺ) بے قرار ہو کر بارگاہ ایزدی میں ان کی مغفرت کا ملتجی ہے۔

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ'' **آخری عمر میں جب حضور ﷺ کے بدن میں کچھ موٹاپے کے آثار ظاہر ہوئے، تو بیٹھ کر تہجد ادا کرتے اور اس میں لمبی تلاوت فرماتے، جب سورت کی آخری 30 یا 40 آیات رہ جاتیں تو کھڑے ہو کر تلاوت کرتے، پھر سجدے میں جاتے''**۔ (بخاری کتاب الجمعۃ باب اذا صلی قاعدا: 1050، اسوہ انسان کامل ص 66)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: '' **آپ کچھ دیر سوتے پھر کچھ دیر اٹھ کر نماز میں مصروف ہوتے، پھر سو جاتے، پھر اٹھ بیٹھتے اور نماز ادا کرتے، غرض صبح تک یہی حالت جاری رہتی''**۔ (بخاری کتاب التفسیر باب یغفر لک اللہ: 4460، اسوہ انسان کامل ص 67)

نماز میں خشوع و خضوع

کبھی گھر کے لوگ سو جاتے تو آپ ﷺ چپ چاپ بستر سے اٹھتے اور دعا و مناجات الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ'' **ایک رات میری آنکھ کھلی تو آپ ﷺ کو بستر پر نہ پایا، سمجھی کہ آپ کسی اور بیوی کے حجرے میں تشریف لے گئے ہیں۔ اندھیرے میں ادھر ادھر ٹٹولا تو دیکھا کہ پیشانی مبارک خاک پر ہے اور آپ ﷺ سر بسجود مصروف دعا ہیں**:۔

سُبْحَانَکَ وَ بِحَمْدِکَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ! تو پاک ہے، اپنی تعریف کے ساتھ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرماتی ہیں: ''یہ دیکھ کر مجھے اپنے شبہ پر ندامت ہوئی اور دل میں کہا: ''سبحان اللہ! میں کس خیال میں ہوں اور خدا کا رسول ﷺ کس عالم میں ہے''۔

(نسائی کتاب عشرة النساء باب الغیرة ،اسوہ انسان کامل ص68)

رات کے وقت جب سارا عالم محوخواب ہوتا، لوگ میٹھی نیند سو رہے ہوتے، آپ ﷺ چپکے سے بستر چھوڑ کر بعض دفعہ سنسان قبرستان میں چلے جاتے ہیں اور ہاتھ اٹھا کر دعا میں مصروف ہو جاتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ تجسس کے لئے پیچھے گئیں تو آپ ﷺ جنت البقیع میں کھڑے دعا مانگ رہے تھے، اپنے رب سے محو راز و نیاز تھا۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ ''**تم نے یہ کیوں سوچا کہ خدا کا رسول تم پر ظلم کرے گا**'' (یعنی میں آپ کی باری میں کہیں اور کیسے جا سکتا تھا)، پھر فرمایا: ''**مجھے جبرائیلؑ نے آکر تحریک کی کہ اہل بقیع کی بخشش کی دعا کروں اور میں نے خیال کیا کہ تم سو گئی ہو، اس لئے جگانا نامناسب سمجھا**''۔

(نسائی عشرة النساء باب الغیرة ،اسوہ انسان کامل ص68)

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ'' **ایک رات میری باری میں آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے، میں پیچھے گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک کپڑے کی طرح آپ ﷺ زمین پر پڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَ خَیَالِی وَ آمَنَ لَکَ فُؤَادِیْ رَبِّ هٰذِهِ یَدَایَ وَ مَا جَنَیْتُ بِهَا عَلٰی نَفْسِی یَا عَظِیْماً یُرجیٰ لِکُلِّ عَظِیْمٍ اغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ**''۔ (مجمع الزور ائدا ھیشمی جلد2 ص128،اسوہ انسان کامل ص69)

(اے اللہ) تیرے لئے میرے جسم و جاں سجدے میں ہیں۔ میرا دل تجھ پر ایمان لاتا ہے۔ اے میرے رب! یہ میرے دونوں ہاتھ تیرے سامنے پھیلے ہیں اور جو کچھ میں نے ان کے ساتھ اپنی جان پر ظلم کیا وہ بھی تیرے سامنے ہے۔ اے عظیم! جس سے ہر عظیم بات کی امید کی جاتی ہے، عظیم گناہوں کو تو بخش دے۔

پھر فرمایا: **اے عائشہ! جبریلؑ نے مجھے یہ الفاظ پڑھنے کے لئے کہا، تم بھی اپنے سجدوں میں یہ پڑھا کرو، جو شخص یہ کلمات پڑھے، سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے بخشا جاتا ہے**''۔

عبادت سے محبت

رسول کریم ﷺ کو اپنے رب کی عبادت ہر دوسری چیز سے زیادہ عزیز تھی۔ اپنی عزیز ترین بیوی حضرت عائشہؓ کے ہاں ہر نویں دن باری آتی تھی۔ ایک دفعہ موسم سرما کی سرد رات کو ان کے لحاف میں داخل ہو جانے کے بعد ان سے فرماتے ہیں کہ: ''**عائشہ! اگر اجازت دو تو آج رات میں اپنے رب کی عبادت میں گزار دوں**''۔ وہ بخوشی اجازت دیتی ہیں اور آپ ﷺ ساری رات عبادت میں روتے روتے سجدہ گاہ تر کر دیتے ہیں۔

(سیوطی الدرالمنشور فی تفسیر الماثور جلد6 ص27 مطبوعہ بیروت، اسوہ انسان کامل ص69)

رسول کریم ﷺ کی نماز میں خشوع و خضوع کا یہ عالم ہوتا تھا کہ روتے روتے سینے سے ہنڈیا کے ابلنے کی طرح آواز آتی تھی۔

(مسند احمد جلد4 ص26 مطبوعہ مصر، اسوہ انسان کامل ص70)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے بجا طور پر آپ ﷺ کی یہ تعریف کی کہ:

یبیت یجافی جنبه عن فراقشه | اذا ستشقلت بالمشر کین المضاجع

کہ آپ ﷺ اس وقت بستر سے الگ ہو کر رات گذار دیتے ہیں جب مشرکوں پر بستر کو چھوڑنا نیند کی وجہ سے بہت بوجھل ہوتا ہے۔

(بخاری کتاب الجمعه باب فضل من تعار من اللیل: 1087،اسوہ انسان کامل ص70)

رمضان المبارک میں عبادت کا اہتمام:

آپ ﷺ کی عبادات اور دعاؤں کا عام معمول تھا۔ رمضان کے مہینہ میں آپ ﷺ کی عبادات میں بہت اضافہ ہو جاتا، خصوصاً رمضان کے آخری عشرہ کے دوران اعتکاف میں تو بہت زیادہ عبادت کرتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''**جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ کمر ہمت کس لیتے۔، بیدار رہ کر راتوں کو زندہ کرتے، خود بھی عبادت کرتے، اہل بیت کو بھی جگاتے، اس آخری عشرہ میں آپ ﷺ اعتکاف بھی فرماتے**''

(بخاری کتاب الصلوٰة التراویح باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان :1884،اسوہ انسان کامل ص70)

آنحضور ﷺ سارا وقت خدا کے گھر میں بیٹھ کر یاد الٰہی اور عبادت میں مصروف رہتے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ'' **ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کچھ بیمار تھے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! آج کچھ بیماری کا اثر آپ ﷺ پر نمایاں ہے**''، فرمانے لگے: ''**اس کمزوری کے باوجود آج رات میں نے طویل سورتیں نماز تہجد میں پڑھی ہیں**''۔(الوفاء باحوال المصطفیٰ للجوزی ص: 511 بیروت، اسوہ انسان کامل ص71)

عبادت الٰہی کی خاطر آرام طلبی ہرگز پسند نہ تھی۔ ایک رات حضرت حفصہؓ نے آپ ﷺ کے بستر کی چادر کی چار تہیں کر دیں، صبح آپ ﷺ نے فرمایا: ''**رات تم نے کیا بچھایا تھا، اسے اکہرا کر دو، اس نے مجھے نماز سے روک دیا ہے**''۔ (الشمائل النبوة الترمذی باب ما جاء فی فراش رسول اللہ ﷺ اسوہ انسان کامل ص71)

(بقایا آئندہ شمارہ میں)

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 17)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر ہر اُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماء سُوء جو اُمّت مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورت حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔ کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتووں، بُرے الفاظ اور اخلاقی گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔ اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گُھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔ اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جا سکیں۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بددیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے، صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

بیوی مسلمان اور شوہر کافر!!

سوال: اگر کوئی عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر کافر ہو تو کیا اس عورت کو اپنے شوہر سے علاقہ زوجیت برقرار رکھنے کی گنجائش ہے؟ جبکہ اس عورت کو امید ہے علاقہ زوجیت برقرار رکھنے کی صورت میں وہ اپنے شوہر کو اسلام کی دعوت دے کر مسلمان کر لے گی۔ جبکہ دوسری طرف اس عورت کی اولاد بھی ہے اور علاقہ زوجیت ختم کرنے کی صورت میں ان کے خراب ہو جانے اور دین سے منحرف ہو جانے کا قوی امکان موجود ہے۔ کیا ان حالات میں اس عورت کے لیے اپنے شوہر سے رشتہ زوجیت برقرار رکھنے کی کچھ گنجائش باقی ہے؟

جواب: جید فقیہ جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی

اگر کوئی عورت مسلمان ہو جائے تو جمہور علماء کے نزدیک اس کے صرف اسلام لانے سے ہی نکاح ختم ہو جائے گا۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف اسلام لانے سے نکاح نہیں ٹوٹے گا بلکہ عورت کے اسلام لانے کے بعد مرد کو اسلام کی دعوت دی جائے گی، اگر وہ بھی اسلام قبول کر لے تب تو نکاح باقی رہے گا، اگر اسلام لانے سے انکار کر دے تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔

اور اگر شوہر کچھ عرصہ بعد مسلمان ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ اس عورت کی عدت گزر چکی ہے یا نہیں؟ اگر وہ عورت ابھی عدت میں ہے تو شوہر کے اسلام لانے سے پہلا نکاح لوٹ آئے گا اور اگر اس کی عدت گزر چکی تھی تو اس صورت میں دونوں کے درمیان نکاح جدید کرنا ضروری ہوگا نکاح کے بعد

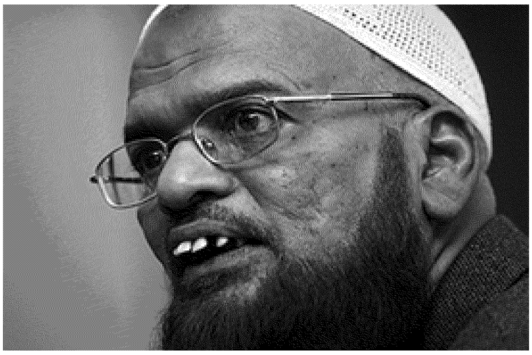

شیخ الاسلام، مشہور عالم، جید فقیہ جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی

دونوں بحیثیت میاں بیوی کے رہ سکتے ہیں۔ اس مسئلہ میں تمام فقہاء متفق ہیں۔ لہٰذا شوہر کے اسلام لانے کی موہوم امید اور لالچ کی بنیاد پر شریعت کا قطعی حکم نہیں بدلا جا سکتا۔ (جدید فقہی مسائل از جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی۔ سنہ طباعت ۲۰۰۰ء۔ ناشر فرید بک ڈپو دہلی۔ پرنٹر۔ راحیل نسیم پرنٹنگ پریس دہلی)

(نوٹ: محمد تقی عثمانی کے جسٹس ہونے کے متعلق روزنامہ امت نے ۲۲ مارچ ۲۰۱۹ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ "مفتی تقی عثمانی ۸۰ء تا ۸۲ء وفاقی شرعی عدالت اور بیس برس شریعت اپیلیٹ بینچ کے جج رہے۔ جنرل مشرف کی حکومت میں انہیں اس عہدہ سے ہٹا دیا گیا تھا۔)

آپ مسلمان ہو جائیں!!

نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم جسنڈا آرڈن سے گزشتہ دنوں ایک مسلمان نوجوان نے ملاقات کی تھی۔ مسلم نوجوان نے وزیر اعظم کو دوران ملاقات بتایا کہ میں

آپ کے مثبت رویے سے بے حد متاثر ہوا ہوں اور گزشتہ تین دن سے اللہ کے حضور رو رو کر یہ دعا کر رہا ہوں کہ آپ مسلمان ہو جائیں۔ یہ سن کر جسنڈا آرڈن مسکرا دیں۔معزز قارئین! اگر مفتی اعظم محمد تقی عثمانی کے مندرجہ بالا فتوے کی روشنی میں دیکھا جائے تو مسلم نوجوان، اسلام قبول کرانے کے ساتھ ساتھ بادی ءنظر میں یہ بھی کہہ رہا تھا کہ شوہر صاحب کو چھوڑنا آپ کی اسلام کے لیے پہلی قربانی ہوگی۔

یاد رہے ڈی جے سے عملی زندگی کا آغاز کرنے والی جیسنڈا آرڈن کا تعلق مورمن نامی عیسائی فرقے سے تھا، انہوں نے تب عیسائی مذہب کو خیر آباد کہہ دیا تھا جب مذہب ہم جنس پرستوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے پر مذہب ان کے لیے سیسہ پلائی دیوار بن گیا تھا۔اب وہ سمجھتی ہیں کہ سب مذاہب جھوٹے ہیں، تاہم اس نظام ہستی کو چلانے والا موجود ہے یعنی اب جیسنڈا آرڈن خود کو Agnostic کہلواتی ہیں۔Atheist خدا کو نہیں مانتے۔

جذباتی مسلمان جونہی کسی بڑے عالمی لیڈر یا اہم شخصیت کو اچھا نیک کام کرتے یا اچھے بول بولتے سنتے ہیں تو انہیں اس قابل احترام شخصیت میں ایک ہی کمی نظر آتی ہے اور وہ ہے اس کا مسلمان نہ ہونا۔جیسنڈا آرڈن کو یہ تکلیف نہیں ہے کہ پچاس مسلم جاں بحق ہوئے اسے یہ تکلیف ہے کہ پچاس انسانوں کے مساجد میں بہیمانہ قتل عام نے ان کے ملک میں مذہبی آزادی کی شاندار روایت کو لہولہان کر دیا ہے۔اگر اسی طرح کا واقعہ ہندوؤں، سکھوں یا یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ پیش آتا تب بھی جیسنڈا آرڈن اسی مثبت ردعمل کا مظاہرہ کر کے دنیا کا دل مٹھی میں کر لیتیں۔جذباتی اور نفسیاتی مریض مسلمان جس قدر تیزی سے مسلمانوں کو دائرہ اسلام میں سے خارج کرتا ہے، اسی طرح غیر مسلم بڑی عالمی شخصیات کو دائرہ اسلام میں لانے کے لیے زبانی کلامی تگ و دو کرتا رہتا ہے۔مگر یہ اور بات ہے کہ نہ کسی جذباتی نفسیاتی مریض یا باشعور سمجھے جانے والے مولوی کے کہنے یا خواہش رکھنے کے کوئی مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی غیر مسلم دائرہ اسلام کے اندر داخل ہوتا ہے۔شوق بہرائچی نے کہا ہے

قول و فعل میں جس کے نظر آئے کچھ تضاد
وہ مولوی نہیں کوئی شیطاں ہے غالباً
فرقہ پرستیوں نے کھلائے کچھ ایسے گل
سمجھے یہ لوگ فصل بہاراں ہے غالباً

گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال: سفر کے دوران عصر کی نماز کے لیے خانیوال اسٹیشن تجویز کیا کہ وہاں گاڑی بیس منٹ رکتی ہے، چونکہ گاڑی تاخیر سے چل رہی تھی، اس شش و پنج میں رہا کہ کہیں وہاں پہنچتے پہنچتے عصر کا وقت تنگ نہ ہو جائے یا اس وقت تک وضو نہ ٹوٹ جائے، اس لیے گاڑی ہی میں نماز پڑھ لی، لیکن جب گاڑی خانیوال پہنچی تو عصر کا وقت اچھا خاصا تھا، میں نے گاڑی میں نماز بیٹھ کر پڑھی تھی اور خانیوال پہنچ کر اس کو نہیں دہرایا۔کیا میری عصر کی نماز درست ہوگئی یا قضا لازم ہوگی؟

جواب: مفتی اعظم مولانا محمد تقی عثمانی

''فرض نماز شدید معذوری کے بغیر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، لہٰذا ریل گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بناء پر اب اس نماز کا لوٹانا لازم ہے۔''

(فتاویٰ عثمانی۔جلد۱۔کتاب الصلوٰۃ۔فتویٰ نمبر ۲۳۴۰۔صفحہ ۳۶۹)

ہوائی جہاز، موٹر کار یا ریل گاڑی میں اور یا پھر ہچکولے کھاتی کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا تکلیف دہ صرف نمازی ہی کے لیے نہیں ہوتا بلکہ تمام مسافروں کے لیے مشکلات کا سبب بنتا ہے۔چند برس قبل ایسی ہی افسوسناک صورت حال مشاہدہ میں آئی جب ترکی ائرلائن کا ہوائی جہاز کراچی سے استنبول جانے کے لیے اڑان بھرنے ہی والا تھا، تب پانچ چھ افراد اچانک کھڑے ہو گئے اور فجر کی نماز پڑھنے کے لیے دھکم پیل کرنے لگے، عملہ نے اور دیگر مسلمان مسافروں نے انہیں کہا کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ لیں، مگر انہوں نے عملہ کے ہاتھوں کو جھٹک کر نماز شروع کر دی، اب صورتحال یہ تھی عملہ کے لوگ انہیں زبردستی بٹھاتے اور وہ نمازی اسپرنگ کی طرح کھڑے ہو جاتے۔غیر مسلم مسافر ہنس رہے تھے۔خدا خدا کر کے ان کی نماز اختتام کو پہنچی اور مسافروں اور عملہ نے سکھ کا سانس لیا۔جس طرح نمازیوں نے سیٹوں کے درمیان تنگ جگہ پر عملہ اور دیگر مسافروں کو اذیت دے کر نماز پڑھی، اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ نماز تھی بھی یا نہیں؟ میر تقی میر نے کیا خوب کہا ہے

شیخ کی تو نماز پر مت جا
بوجھ سر کا سا ڈال آتا ہے

اور اقبال نے تو صاف کہہ دیا تھا

دِل ہے مسلماں میرا نہ تیرا
تُو بھی نمازی ، میں بھی نمازی

اور جناب شیخ ظہورالدین حاتم نے کہا ہے۔

ہر صبح اٹھ بتوں سے مجھے رام رام ہے
زاہد تری نماز کو میرا سلام ہے

جنّات کا بے ہوش ہونا

سید شاہ شرفؒ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے۔آپ جنگل کے دامن میں رہتے تھے۔آپ کے پاس ایک خوبصورت گھوڑی تھی اس کے گلے اور پاؤں میں گھنگرو بندھے ہوئے تھے۔آپ اس گھوڑی پر بیٹھ کر رات کو پہاڑوں کی سیر کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ کا گزر ایسی جگہ پر سے ہوا جہاں جنات نے شادی رچائی ہوئی تھی۔آپ نے ان تمام پر نگاہ ڈالی تو ان کے تمام بچے بے ہوش ہو گئے۔جب ان کے والدین آئے تو سمجھ گئے کہ یہ بچے انہیں کی وجہ سے بے ہوش پڑے ہیں۔آپ جب واپس آئے تو جنات نے آپ کی خدمت میں سونے کے زیورات پیش کیے۔آپ نے ان سے فرمایا یہ میرے کام کی چیز نہیں ہے ہاں ایک بچہ مجھے دے دو۔آپ نے ان بچوں پر پانی دم کر کے چھڑکا تو تمام کے تمام بچے ہوش میں آ گئے۔اور ایک جن کے بچے کو لے کر چلے آئے۔اس جن کے بچے کا نام صوفی اللہ داد رکھا۔

جنّ ،صوفی اللہ داد کی شرارت

ایک دفعہ سید شاہ شرف نے (جنّ) صوفی اللہ داد کو حکم دیا کہ جاؤ پہاڑ کی طرف سے گھوڑی کے لیے گھاس وغیرہ لے آؤ تو اس نے تمام پہاڑ اٹھایا اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔اس پہاڑ کے تمام جنّ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ حضور! آپ کا غلام ہمارا تمام پہاڑ اٹھا کر لے آیا ہے۔آپ نے حکم دیا کہ پہاڑ پھر اسی جگہ رکھ آؤ۔صوفی اللہ داد پہاڑ کو پھر اسی جگہ رکھ آیا۔

سید شاہ شرف اور مرضِ کوڑھ

شاہ شرف کا ارشاد گرامی ہے کہ ’’جو کوئی میری قبر پر مرضِ کوڑھ والا آئے اور ایک دن اور ایک رات وہاں گزارے تو انشاء اللہ دوسرے دن اس کا جسم ایسے ہو گا جیسا کہ انڈے کی سفیدی ہوتی ہے)

(تذکرۂ خاکی۔ازقلندر سید افتخار حسین شاہ،حسب الحکم پیر قلندر سید محمود الحسن شاہ خاکی سجادہ نشین دربار عالیہ،قادریہ،مخدومیہ،قلندریہ مخدوم پور شریف چکوال۔ناشرو پبلشرز الخاکی پبلشرز رائل پارک لاہور۔بار اشاعت اول صفحہ ۵۸)

تجدید ایمان وتجدید نکاح

سوال: میرے شوہر کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی،ان کے پیٹ کا نظام بھی اکثر خراب رہتا ہے،جس کی وجہ سے انہیں نیند بھی ٹھیک طریقے سے نہیں آتی اور چڑ چڑاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں،اسی دوران ان کے منہ سے عیدالاضحیٰ سے دو یا تین دن پہلے یہ الفاظ نکل گئے ’’بھاڑ میں جائے عید کی نماز،اگر میں سو جاؤں تو نہ اٹھانا‘‘،لیکن پھر نماز بھی پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے معافی بھی بہت مانگی،اس بارے میں ان کے لیے کیا حکم ہے،وہ شادی شدہ بچوں والے ہیں؟

جواب:مولانا مفتی منیب الرحمان

آپ کے شوہر نے نماز کے متعلق جو نازیبا کلمات کہے ہیں،وہ کفریہ کلمات ہیں،چونکہ نماز شعائر اسلام میں سے ہے اور شعائر اسلام کی توہین کفر ہے،سو ان پر واجب ہے کہ اس سے توبہ کریں اور احتیاطاً تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کر لینا چاہیے۔تجدید ایمان یہ ہے کہ صدق دل کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھا جائے اور تجدید نکاح یہ ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں نئے مہر کے ساتھ نیا نکاح کریں۔نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے اور اس کے لیے دو گواہ کافی ہیں جو دونوں مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں،لوگوں کو اکٹھا کرنا ضروری نہیں ہے اور گھر کے افراد مثلاً بالغ بیٹے اور بیٹیاں یا بہن بھائی بھی گواہ بن سکتے ہیں۔

(روزنامہ جنگ لندن۔۱۵مارچ۲۰۱۹ء)

مولوی نہیں مانتا!!!

مشہور کالم نگار جناب عطاالحق قاسمی صاحب کہتے ہیں:۔

’’جب مولوی کہتے تھے کہ لاؤڈ اسپیکر میں شیطان بولتا ہے تو لوگ نہیں مانتے تھے۔اب لوگ مانتے ہیں لیکن مولوی نہیں مانتا۔‘‘

اسمبلی میں نماز!

گزشتہ دنوں پارلیمنٹ ہاؤس میں قائم مسجد کے ہوتے ہوئے پارلیمنٹ میں مولانا اسد محمود کی امامت میں خواجہ آصف،احسن اقبال و دیگر نے غلط سمت کی طرف منہ کر کے نامناسب جگہ پر نماز ادا کر کے جگ ہنسائی کرائی تھی۔

فسادیوں سے محبت کیسے کرے کوئی
اب جھوٹوں کی عزت کیسے کرے کوئی
اسمبلی میں جیسی نماز پڑھے یہ مولوی
اب اس طرح عبادت کیسے کرے کوئی

"کڑوا سچ"

تحریر: نصیر احمد۔ لندن

ایک دن ہم ابّا حضور کی محفل میں جلوہ افروز تھے اور اس دن ہمیں یہ جان کر دکھ ہوا کہ کچھ معاملات میں ہمارا علم گھناؤنی حد تک نامکمل ہے۔ جب ابّا حضور نے اپنے دوست کو کہا کہ 'اللہ سب کو تھانے اور ہسپتال سے بچائے' تو ہم یکا یک سکتے میں آ گئے اور محفل سے رخصتی فرما کر سوچ وفکر میں ملوث ہو گئے۔ اپنے آپ کو لعن طعن کیا کہ اگر تھانہ اور ہسپتال اتنے ہی بھیانک مقامات ہیں تو ہمیں انکی بھیانکی کا علم کیوں نہ ہو پایا۔ اسی لمحے ہم نے اس راز سے پردہ اٹھانے کی ٹھان لی اور طے کر لیا کہ ہم تھانے اور ہسپتال سے متعلق مکمل حقائق سائنسی ثبوتوں کے ساتھ عوام النّاس کے سامنے پیش کریں گے تاکہ نسل انسانی کو نامعلوم بھیانک نتائج سے بچایا جا سکے۔ چونکہ تھانہ اور ہسپتال نہ صرف بہت ثقیل بلکہ بہت مختلف موضوعات بھی ہیں اس لئے اس تحریر میں ہم صرف تھانے کے فضائل پر روشنی ڈالیں گے اور ہسپتال کے بارے میں اپنے تجربات اگلی تحریر میں رقم فرمائیں گے۔

دوست احباب سے طویل مشاورت کے بعد ایک اخباری رپورٹر کا حلیہ اختیار کیا اور محاذ جنگ پر نکل کھڑے ہوئے۔ جب ہم اپنے علاقے کے تھانے پہنچے تو ایک بہت بڑے پیٹ کے ساتھ لگے ہوئے ایک چھوٹے سے سنتری نے ہماری تلاشی شروع کر دی۔ چونکہ تلاشی کی راہ میں سماج کا ظالم پیٹ آ رہا تھا تو اس نے ہمیں کہا کہ ہم خود ہی قابل اعتراز اشیاء اس کے حوالے کر دیں۔ کیونکہ سوائے سگریٹ کے ہمارے پاس تھا ہی کچھ نہیں تو ہم نے اس کو سگریٹ کی ڈبیہ ہی قابل اعتراض مال کی مد میں دے دی۔ اس کے بعد ہم تھانے کے مرکزی حصے میں پہنچے اور ہم نے بڑے پیٹ، لمبی مونچھوں اور ڈھلکتی پتلونوں والی وہ قوم دیکھی جن کے شر سے ابّا کا پناہ مانگنا ہمیں یاد آ گیا۔ ہم نے بچپن میں سنا تھا کہ پولیس والے چور اور ڈاکو پکڑتے ہیں لیکن اس تھانے میں تو یہ پولیس والے ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ بھی نہیں ملا سکتے تھے کیونکہ انکے پیٹ راہ میں رکاوٹ بن جاتے تھے۔ لیکن ہم نے سوچا کہ شاید ان کے پاس چور پکڑنے کا کوئی اور حربہ ہو گا۔ اب قدرت کے سارے رازوں کو بھلا کون جان سکتا ہے۔ ہماری فرمائش پر ہمیں تھانے کے ایس ایچ او کے کمرے میں وارد کرایا گیا جہاں پہنچ کر ہم ششدر رہ گئے۔ ہمارے محلّے کا سب سے بڑا غنڈہ اور ڈاکو میز کی دوسری طرف ایک ملبے سے خوش گپیوں اور چائے نوشی میں مصروف تھا۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ جس کو ہم ملبہ سمجھ بیٹھے تھے وہ گوشت پوست کا پہاڑ ہی دراصل ایس ایچ او تھا۔ ان حضرتِ اقدس کا آدھا جسم کرسی پر اور آدھا جسم میز پر تھا۔ چہرے پر نور کے علاوہ تمام تر اشیاء، تاثرات اور روشنیاں موجود تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد غنڈہ صاحب نے اجازت مانگی اور ایسے رخصت ہوا جیسے شادی کے بعد پہلی بار سسرال سے دولہا اجازت لے کر رخصت ہوتا ہے۔ جب ہم نے ایس ایچ او سے پوچھا کہ انھوں نے اس غنڈے کو پکڑا کیوں نہیں جو کہ بہت سارے جرائم میں نیک مطلوب ہے تو حضرت نے ہمیں بتایا کہ وہ غنڈہ اشتہاری ہے اور قانون کو مل ہی نہیں پا رہا۔ قانون کے اس ایماندار رکھوالے کے لہجے میں اتنا پیار تھا کہ ہمیں سردی سی محسوس ہونے لگی اور وہ غنڈہ جس کو ہم نے اپنی آنکھوں سے جاتے دیکھا تھا ہمیں شریف النفس قسم کا ایک سادھو لگا۔ ابّا حضور کی مبارک دعا ذہن میں گردش کرنے لگی۔

ہم سمجھتے تھے کہ اخباری رپورٹر کے خوف سے قانون کے رکھوالے ہمیں خاص مہمان سمجھیں گے لیکن ابھی تک ہمیں ایسا کچھ دکھائی نہیں دیا۔ بہر حال ہم نے ایس ایچ او سے پوچھا کہ وہ بڑے ڈاکوؤں اور مجرموں کو پکڑنے کے لیے کیا طریقہ واردات اختیار کرتے ہیں تو انہوں نے حیرت سے پوچھا کہ کیا ہم ان کے بڑے افسران کی بات کر رہے ہیں۔ ہم نے ان کو بتایا کہ ہم ان ڈاکوؤں کی بات کر رہے ہیں جو آزاد ہیں۔ تھوڑی دیر بعد تین دبلے پتلے اور توانا جوان کمرے میں داخل ہوئے اور ایس ایچ او صاحب کے بوجھ کو کرسی سے اٹھا کر دھرتی پر ڈال دیا تاکہ وہ ہمیں تھانے کا دورہ کرا سکیں۔ ہمارا منہ حیرت سے شاید زیادہ ہی کھل چکا تھا جس کو دیکھ کر ایس ایچ او نے خود ہی بتایا کہ وہ تین جوان پولیس والے نہیں ہیں اس لئے چاک وچوبند ہیں اور تھانے نے ان کو قانون کو اٹھانے اور بٹھانے کے لئے ملازمت پر رکھا ہے۔ ہمارے سوال پر انہوں نے باور کروایا کہ پولیس کی کڑی نوکری اور اوپر کی آمدنی کے باعث پولیس والوں کے خود سے اٹھنے اور بیٹھنے پر فی الحال پابندی لگی ہوئی ہے۔

حوالات کی سیر کے دوران ہم پر ایک حقیقت آشکار ہوئی۔ سلاخوں کے

پیچھے بند مخلوق ہمیں معصوم اور سلاخوں کے باہر مخلوق ہمیں مجرم دکھائی دینے لگی- ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ ایس ایچ او صاحب نے کہا کہ ہم بالکل درست سوچ رہے ہیں- ہمارا منہ حیرت سے پھر کھل گیا- ایسے معلوم ہوتا تھا کہ قانون پر بوجھ بنا ہوا یہ انسان روحانی منزلوں کو طے کرتے کرتے دوسروں کے خیال پڑھنے کا فن تک جان چکا ہے- انہوں نے ہمیں بتایا کہ قانون کا زور صرف کمزور خواتین وحضرات پر ہی چل سکتا ہے- بڑے بڑے ڈاکو اتنے شریف ہوتے ہیں کہ ان کو پکڑنے والے مجرم دیکھائی دیتے ہیں- مزید یہ کہ بڑے ڈاکوؤں نے پولیس اہلکاروں کے اخراجات اٹھانے کا بھی بندوبست کیا ہوتا ہے تا کہ اپنے کالے کرتوتوں کے ساتھ ساتھ ثواب دارین بھی حاصل ہوتا رہے اور یوں دونوں کندھوں پر موجود کراماً کاتبین کو برابری کی بنیادوں پر مصروف رکھا جاسکے- ہمارے ابّا حضور کی بات کا ایک ایک لفظ آہستہ آہستہ ہم پر اپنے معانی آشکار کرتا جا رہا تھا-

پھر ہمیں ایک مخصوص کمرے میں لے جایا گیا جس کو وہ مہمان خانہ یا ڈرائنگ روم بول رہے تھے- ایس ایچ او نے ہمیں بتایا کہ اس کمرے میں قانون آٹا گوندھنے کا کام سرانجام دے کر ملک وقوم کا نام روشن کرتا ہے- ہم نام روشن کرنے کی بات سے خوش ہوئے لیکن سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اتنے پاکیزہ ماحول میں یہ کیسے ممکن تھا- خیر ہم جب وہاں پہنچے تو ہم پر وہ بھیانک حقیقت آشکار ہوئی جس کا تذکرہ ابّا کی مبارک گفتگو میں ہم نے سنا تھا- پولیس کے تین اہلکار زمین پر موجود ایک جمّ پر لاتیں، مکے اور ڈنڈے برسا رہے تھے- ان کی مبارک زبانوں سے کچھ ایسے دانائی کے موتی بھی بکھر رہے تھے کہ شیطان کے اہل خانہ بھی اس گفتگو کو سن کر شیطان سے پناہ مانگیں- ہمارے غور کرنے پر معلوم ہوا کہ جس جمّ کو گوندھا جا رہا تھا وہ ہمارے محلے کا ایک لڑکا تھا جس کو ہم سب 'بے بے' یعنی والدہ ماجدہ کہتے تھے کیونکہ وہ اتنا لطیف الفطرت انسان تھا کہ محلّے کے تمام لوگوں کو ماں کی طرح شفقت سے پیش آتا تھا- اور اگر اس کی والدہ بازار سے سودا لانے کے لئے اس کو بھیج دیں تو وہ تمام محلّے کے گھروں کی خریداری کرنے کے بعد لوٹتا تھا- ہم حیران و پریشان تھے کے ایسا فقیر الفطرت انسان آخر کیا جُرم کر سکتا ہے- ایس ایچ او نے پھر ہماری سوچ پڑھ لی اور اس لڑکے کو کہا کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ اب تک کن جرائم کا اعتراف کر چکا ہے- اس لڑکے نے آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر روز محشر تک کے تمام افراد کے قتل کا اعتراف کیا، امریکی صدر جان ایف کینیڈی کے قتل کا اعتراف کیا، جنگ عظیم دوم شروع کروانے کا اعتراف کیا لیکن جنگ عظیم اوّل کا شاید بھول گیا تھا، گلوکارہ نور جہان کی ساری ساڑھیاں چوری کر کے آن لائن فروخت کرنے کا اعتراف کیا، پاکستانی بینکوں سے تمام دولت باہر ممالک منتقل کرنے کا اعتراف کیا، گھوڑوں کو مربّے اور کتوں کو حلیم کھلانے کا اعتراف، پاکستان کو دولخت کرنے کا اعتراف کیا، ملائشیا کے طیارے کو مار گرانے کا اعتراف کیا، اور ٹائٹینک کے پیندے میں سوراخ کر کے اس کو ڈبونے کا اعتراف کیا، لیکن سب سے حیران کن بات یہ کہ اس نے صدر ایوب خان کو بھی قتل کرنے کا اعتراف کیا- جب ہم نے ایس ایچ او سے کہا کہ بھلا یہ لڑکا جس کی عمر بمشکل بیس سال ہے یہ سب کیسے کر سکتا ہے اور خاص کر ایوب خان صاحب تو قتل ہوئے ہی نہیں تو وہ ان کو قتل کرنے کا اعتراف کیسے کر سکتا ہے- ایس ایچ او صاحب نے کہا کہ وہ آزادی رائے کے قائل ہیں اور وہ مجرم پر زبردستی کر کے اعترافات کے قائل بھی نہیں- مزید ارشاد فرمایا کہ ان تمام اعترافات میں یقیناً قدرت کا کوئی قانون بھی کارفرما ہوگا - بہرحال جو کچھ بھی کارفرما ہو لیکن وہ مارکٹائی جس کو وہ آٹا گوندھنے سے تشبیہ دے رہے تھے اس کے فضائل ہمارے سامنے آ گئے-

ہمارے اوپر خوف وہراس کے سائے منڈلانے لگے- سوچا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں اپنے وطن عزیز کے باقی ماندہ ڈاکوؤں کے جرائم کا اعتراف کرنا پڑ جائے- یہ سوچ آتے ہیں ہم نے ایس ایچ او صاحب کو آگاہ کیا کہ ہمارا دورہ مکمل ہو چکا ہے اور اب ہمیں رخصت دی جائے- ہم نے خوشامدانہ اور عاجزانہ انداز میں کہا کہ ان سے ملاقات ہمارے لئے باعث افتخار رہے گی- ایس ایچ او سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے ہمارے ہاتھ میں ایک رقعہ تھما دیا- جب ہم نے رقعہ کھول کر دیکھا تو ہمیں تھانے میں غلط جگہ گاڑی کھڑی کرنے پر چالان ہو چکا تھا اور تین سو پچاس روپے جرمانہ واجب الادا قرار پایا تھا- لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ ہم تو گاڑی پر آئے ہی نہیں تھے پھر چالان کیسا- اچانک خیال آیا کہ اگر ہمارے محلّے کا سب سے عاجز بندہ کائنات کے تمام گناہ کرنے کا اعتراف کر سکتا ہے تو ہم بغیر گاڑی کے چالان کیوں نہیں بھر سکتے؟ آخر کوئی اخلاقی فریضہ بھی ہوتا ہے- ہم نے مسکرا کر ایس ایچ او کو دیکھا اور ہم نے بھی اعتراف کر لیا کہ ہم نے گاڑی غلط جگہ کھڑی کی تھی لہذا ہم جرمانہ دینے کو تیار ہیں- انہوں نے نہایت شفقت چیمہ بھری نگاہوں سے ہمیں دیکھا اور فرمایا کہ اگر ہم ان کو سات سو روپے دے دیں تو وہ چالان ختم بھی کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے مطابق وہ کونسا آسمانی صحیفہ ہے جس

میں کہ ردوبدل نہیں کیا جاسکتا۔ہمیں ایس ایچ او کی انصاف پسندی پر پیار آیا اوران سے وعدہ کیا کہ ہم ان کو سات سو روپے کا چیک بھجوا دیں گے۔ ہم ان کے کمرے سے نکلنے ہی والے تھے کہ انہوں نے ہمیں اس ادا سے مخاطب کیا کہ ہمارے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی:

’’کاکا یہ رپوٹر وپورٹر کا ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بہر حال اس دفعہ سات سو میں جان چھوٹ گئی ہے تمہاری۔آئندہ ہوا تو خیر۔۔۔‘‘

ہم نے صرف یہاں تک سنا تھا کیونکہ اس کے بعد ہماری سماعت جواب دے چکی تھی۔خدا جانے انہیں کیسے پتا چلا کہ ہم رپورٹر نہیں۔اتنی تیز پولیس لیکن چور ڈاکو پھر بھی آزاد؟ خیر ایس ایچ او کے دفتر سے نکل کر تھانے کے گیٹ کو پار کرنے تک کا فاصلہ سرخ انگاروں پہ صدیوں چلنے کے مترادف تھا۔ ابا حضور نے سچ کہا تھا کہ 'اللہ سب کو تھانے سے بچائے'۔ آزاد فضاؤں میں پہنچ کر چالان کو پڑھنے کے لئے رقعہ دوبارہ کھولا تو اچانک صفحے کے پچھلی جانب ایک اورتحریر کو خون کے آنسو روتے پایا۔لکھا تھا:

’’کاکا ہمیں جہنم کی آگ کھانے کا شوق نہیں پر کیا کریں، بہت مجبور ہیں. ملک کے شریف ڈاکوؤں کی وجہ سے ہم اپنے بچوں کو زندہ درگور نہیں کر سکتے۔ کاش کوئی اور راستہ ہوتا لیکن۔۔۔‘‘

مذہب، جھوٹی گواہی اور قانون۔نواز شریف کی ضمانت!!!

۸ دسمبر ۲۰۱۵ء مشہور وکیل عابد منٹو جو ایک احمدی طاہر مہدی نامی کی ضمانت کے سلسلے میں موجودہ چیف جسٹس سپریم کورٹ جناب آصف سعید کھوسہ کی عدالت میں آئے تھے۔عابد حسن منٹو نے عدالت میں درخواست دی تھی کہ ملزم پر گستاخانہ مواد کی اشاعت کا الزام جھوٹا ہے اور ملزم آٹھ ماہ سے بغیر کسی عدالتی کاروائی کے جیل میں بند ہے۔جناب آصف سعید کھوسہ نے عابد حسن کو یہ کہہ کر ان کی ضمانت کی درخواست رد کر دی تھی کہ ’’بدقسمتی سے جس معاملے میں مذہب سامنے آجاتا ہے، وہاں قوانین پیچھے چلے جاتے ہیں۔‘‘ (روزنامہ امت ۸ دسمبر ۲۰۱۵ء) جناب آصف سعید کھوسہ کا یہ تبصرہ بھی یقیناً مستقبل میں ضرور زیر بحث آئے گا، اور غور کیا جائے گا کہ وہ کیا حالات تھے، کن لوگوں کی مذہب پر اجارہ داری تھی، کیا آئین پاکستان ان اجارہ داروں کو تحفظ فراہم تو نہیں کرتا تھا، اور یہ اجارہ دار، جرنیلوں، سیاست دانوں کے کندھوں پر کیونکر سوار ہو گئے تھے۔اور آئندہ زمانے کے مورخ اذیت محسوس کر کے ذمہ داروں پر لعنت بھیجیں گے۔

جناب آصف سعید کھوسہ جب سے چیف جسٹس آف پاکستان بنے ہیں تب سے جھوٹی گواہی کا قلع قمع کرنے کے عزم کا اظہار کر رہے ہیں۔ ایک کیس کی سماعت کے دوران ریمارکس دیئے کہ ’’جھوٹی گواہی پر ملزم بری ہو جاتے ہیں اور الزام عدالتوں پر آتا ہے، گواہ اللہ کو حاضر ناظر جان کر بھی جھوٹی گواہی دیتے ہیں، جھوٹی گواہی کی وجہ سے ملزمان بری ہو جاتے ہیں، پھر سوال اٹھتے ہیں کہ ملزم کو عدالت نے بری کیوں کیا، شواہد اور گواہ ہی جھوٹے ہوں تو سزا کیسے ہو سکتی ہے۔‘‘

بڑی اچھی بات ہے کہ جھوٹ کا بت پاش پاش ہو۔ابھی تک تو عدالتوں کے باہر وکیل، گواہ اور سائل کا بھاؤ تاؤ کرنا ایسے ہی ہو رہا ہے جیسے قانون کوئی طوائف ہے جسے خریدنے والے بولی لگا رہے ہیں۔ہم سوچا کرتے تھے کہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر ایک کلمہ گو مسلمان کس طرح جھوٹی گواہی دے سکتا ہے۔؟ آخر ایک دن یہ معمہ حل ہو ہی گیا۔وہ اس طرح کہ فتاویٰ اسلامیہ۔محدث فتویٰ فتویٰ نمبر ۲۳۷۵ نظر سے گزرا جسے ضرب حق شمارہ نومبر ۲۰۱۶ء نے علماء کا کردار کے عنوان سے شائع کیا تھا۔لکھا تھا کہ ’’قرآن مجید کو کلام اللہ، اللہ کا وصف سمجھتے ہوئے اس کی قسم اٹھا سکتے ہیں۔ البتہ قرآن مجید کے اوراق اور گتے اور اس کی روشنائی مخلوق میں شامل ہیں۔‘‘ اور مولانا یوسف لدھیانوی صاحب کا فتویٰ ہے کہ ’’قرآن کے نسخے پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے سے کفارہ لازم نہیں، اس لیے کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں بلکہ اس کا نقش ہے۔‘‘ اور نور الانوار میں قرآن کی تعریف کچھ اس طرح ہے کہ ’’کتاب میں موجود لکھائی الفاظ ہوتے ہیں اور نہ معنی بلکہ یہ محض نقوش ہوتے ہیں۔‘‘ کھوسہ صاحب ان فتاویٰ کی روشنی میں کیا جھوٹی گواہی کا گلا گھونٹ پائیں گے یہ تو وقت بتائے گا؟

نواز شریف کی بیماری کی بنیاد پر ضمانت پر چھ ہفتے کی رہائی نے بھی عدلیہ کے عزت و وقار پر انگلی اٹھانے کا موقع دے دیا ہے۔اعتزاز احسن نے کہا ہے کہ عدلیہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ بیماری کی بنیاد پر علاج کے لیے مجرم کو اسپتال بھیجنے کی بجائے گھر بھیج دیا گیا۔اس وقت ۸۰ ہزار کے قریب قیدی مختلف نوعیت کی بیماریوں میں مبتلا ہیں، کیا ان میں سے بھی چند سو قیدیوں کو علاج کے لیے گھر بھیجا جائے گا؟ حقیقت تو یہی ہے کہ آئین اور قانون کی بے حسی نے عام لوگوں کا جینا حرام کر دیا ہے۔

شعروشاعری

’’دل ترا نام ہی جپتا رہا حسبِ معمول‘‘

امۃ الباری ناصر صاحبہ

دل یوں ہی پہلو بدلتا رہا حسب معمول
چاند افلاک پہ ہنستا رہا حسبِ معمول
رات بھیگی تو لگا بھیگنے دامن اپنا
چشمۂ چشم اُبلتا رہا حسبِ معمول
اک ترے ذکر سے ہی ملتی ہے تسکین مجھے
دل ترا نام ہی جپتا رہا حسبِ معمول
آج پھر نیند نہ آئی تو تصور میں مرے
اک جہاں بنتا بگڑتا رہا حسبِ معمول
رات بھر ہوتی رہی بارشِ الطف و اکرام
نُور ہی نُور برستا رہا حسبِ معمول
بے نیاز اس سے کوئی زندہ ہے کس مشکل سے
کارواں دنیا کا چلتا رہا حسب معمول
عمر کی ریت پھسلتی رہی دھیرے دھیرے
وقت تھم تھم کے گزرتا رہا حسب معمول

’’میں نے دنیا چھوڑ دی تو مل گئی دنیا مجھے‘‘

سیمابؔ اکبر آبادی

غم مجھے حسرت مجھے وحشت مجھے سودا مجھے
ایک دل دے کر خدا نے دے دیا کیا کیا مجھے
ہے حصول آرزو کا راز ترک آرزو
میں نے دنیا چھوڑ دی تو مل گئی دنیا مجھے
یہ نماز عشق ہے کیسا ادب کس کا ادب
اپنے پائے ناز پر کرنے بھی دے سجدا مجھے
کہہ کے سویا ہوں یہ اپنے اضطراب شوق سے
جب وہ آئیں قبر پر فوراً جگا دینا مجھے
صبح تک کیا کیا تری امید نے طعنے دیے
آ گیا تھا شام غم اک نیند کا جھوکا مجھے
دیکھتے ہی دیکھتے دنیا سے میں اٹھ جاؤں گا
دیکھتی کی دیکھتی رہ جائے گی دنیا مجھے
جلوہ گر ہے اس میں اے سیمابؔ اک دنیائے حُسن
جام جم سے ہے زیادہ دل کا آئینہ مجھے

’’کبھی کبھی ترا غم ہی نہ ہو تو کیا کیجے‘‘

مصطفیٰ زیدی

کوئی رفیق بہم ہی نہ ہو تو کیا کیجے
کبھی کبھی ترا غم ہی نہ ہو تو کیا کیجے
ہماری راہ جدا ہے کہ ایسی راہوں پر
رواج نقش قدم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

ہمیں بھی بادہ گساری سے عار تھی لیکن
شراب ظرف سے کم ہی نہ ہو تو کیا کیجے
تباہ ہونے کا ارماں سہی محبت میں
کسی کو خوئے ستم ہی نہ ہو تو کیا کیجے
ہمارے شعر میں روٹی کا ذکر بھی ہو گا
کسی کسی کے شکم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

”مَیں تری یاد کو شام و سحر میں رکھتی ہوں“

ارمؔ زہرا صاحبہ

تری ڈگر کو مَیں اپنی نظر میں رکھتی ہوں
ہزار پھول تری راہ گزر میں رکھتی ہوں
مَیں تری یاد کو آنچل میں باندھ لائی ہوں
ترے خیال کو زاد سفر میں میں رکھتی ہوں
تُو اک پل بھی جدا مجھ سے ہو نہیں سکتا
مَیں تری یاد کو شام و سحر میں رکھتی ہوں
مری وفاؤں کی گرمی سے تُو بھی پگھلے گا
اک ایسا شعلہ مَیں اپنے جگر میں رکھتی ہوں
مجھے ڈرائے گا کیسے یہ پانیوں کا مزاج
مَیں اپنی کشتی ہمیشہ بھنور میں رکھتی ہوں
تلاش کرتے ہو تم مجھ کو چاند کے اندر
مَیں اپنے چہرے کا پرتو قمر میں رکھتی ہوں
ارمؔ نے شعروں سے سب کو اسیر ایسے کیا
کہ جیسے جادو مَیں اپنے ہنرمیں رکھتی ہوں

”آرزو تھی کہ ترے نام کی مالا پہنیں“

جمشیدؔ اعظم چشتی

برف پگھلے ، تو یہ مٹی کا دوشالہ پہنیں
سنگ زادے بھی لباسِ گل و لالہ پہنیں
نام پائیں ، تو قبیلے کو نہ گمنام رکھیں
بے حوالہ ہوں تو بس اس کا حوالہ پہنیں
رزق مانگیں تو ثمر بار درختوں کی طرح
پائیں اس در سے نوالہ تو نوالہ پہنیں
فرش پر ہوں تو رہیں حلقۂ خوشبو میں اسیر
آسماں پر ہوں تو مہتاب سا ہالہ پہنیں
برگِ آوارہ! کہاں تک ترا رستہ دیکھیں؟
ٹہنیاں کتنے برس برف کا گالا پہنیں؟
پانیوں کو بھی عجب حکم دیا ہے اس نے
آپ بے رنگ رہیں، رنگِ پیالا پہنیں
کیا خبر، کیوں بُتِ بے نام کی خواہش ہے یہی
لوگ کانوں میں بس اک نام کا بالا پہنیں
ہم تو اوروں کے لیے چاہ کنی کرتے ہیں
مکڑیاں آپ بُنیں ، آپ ہی جالا پہنیں
لذتِ سوزشِ پا اور بھی بڑھ جائے، اگر
باندھ کر حلقۂ زنجیر میں چھالا پہنیں
بن گیا زیبِ گُلو پاؤں کا پھندا جمشیدؔ
آرزو تھی کہ ترے نام کی مالا پہنیں

”ستم یاروں کے زمانے کو بتائے نہیں جاتے“

منیؔر احمد باجوہ۔ ہمبرگ۔ جرمنی

نقش اُلفت کے کبھی دل سے مٹائے نہیں جاتے
"جو دل میں ہیں آنکھوں سے چھُپائے نہیں جاتے"

شکوے جانم کے تو ہم سے سنائے نہیں جاتے
خواب دلبر کے بھی آنکھوں میں سجائے نہیں جاتے

سہہ لیتے ہیں چُپ چاپ ہم اپنے دل پر
ستم یاروں کے زمانے کو بتائے نہیں جاتے

اَنا جن کو ہو سب سے پیاری اپنی
یار ایسے تو ہم سے بنائے نہیں جاتے

ہیں دونوں ہی مجبور اَنا کے ہاتھوں
فاصلے ہجر کے ہم سے مٹائے نہیں جاتے

فُرقتِ یار کے لمحے بھی عجب ہوتے ہیں
ساتھ رہتے ہیں مگر دل میں بسائے نہیں جاتے

اس طرح سے بس جاتے ہیں دل میں جو منیؔر
لاکھ بُھولیں پر دل سے بُھلائے نہیں جاتے

”بہت کٹھن ہے خزاں کے ماتھے پہ داستان گلاب لکھنا“

آفتاب حسین۔ آسٹریا

منافقت کا نصاب پڑھ کر محبتوں کی کتاب لکھنا
بہت کٹھن ہے خزاں کے ماتھے پہ داستان گلاب لکھنا

میں جب چلوں گا تو ریگزاروں میں الفتوں کے کنول کھلیں گے
ہزار تم میرے راستوں میں محبتوں کے سراب لکھنا

فراق موسم کی چلمنوں سے وصال لمحے چمک اٹھیں گے
اداس شاموں میں کاغذ دل پہ گزرے وقتوں کے باب لکھنا

وہ میری خواہش کی لوح تشنہ پہ زندگی کے سوال ابھرنا
وہ اس کا حرف کرم سے اپنے قبولیت کے جواب لکھنا

گئے زمانوں کی درد کجلائی بھولی بسری کتاب پڑھ کر
جو ہو سکے تم سے آنے والے دنوں کے رنگین خواب لکھنا

”بچھڑنا ہے تو جھگڑا کیوں کریں ہم“

جون ایلیاء

نیا اک رشتہ پیدا کیوں کریں ہم
بچھڑنا ہے تو جھگڑا کیوں کریں ہم

خموشی سے ادا ہو رسم دوری
کوئی ہنگامہ برپا کیوں کریں ہم

یہ کافی ہے کہ ہم دشمن نہیں ہیں
وفا داری کا دعویٰ کیوں کریں ہم

وفا اخلاص قربانی محبت
اب ان لفظوں کا پیچھا کیوں کریں ہم

ہماری ہی تمنا کیوں کرو تم
تمہاری ہی تمنا کیوں کریں ہم

کیا تھا عہد جب لمحوں میں ہم نے
تو ساری عمر ایفا کیوں کریں ہم

نہیں دنیا کو جب پروا ہماری
تو پھر دنیا کی پروا کیوں کریں ہم

یہ بستی ہے مسلمانوں کی بستی
یہاں کار مسیحا کیوں کریں ہم

''راکھ کس نے تری سونے کی سی رنگت کر دی''

احمد ندیم قاسمی

جب ترا حکم ملا ترک محبت کر دی　　دل مگر اس پہ وہ دھڑکا کہ قیامت کر دی
تجھ سے کس طرح میں اظہار تمنا کرتا　　لفظ سوجھا تو معانی نے بغاوت کر دی
میں تو سمجھا تھا کہ لوٹ آتے ہیں جانے والے　　تو نے جا کر تو جدائی مری قسمت کر دی
تجھ کو پوجا ہے کہ اصنام پرستی کی ہے　　میں نے وحدت کے مفاہیم کی کثرت کر دی
مجھ کو دشمن کے ارادوں پہ بھی پیار آتا ہے　　تری الفت نے محبت مری عادت کر دی
پوچھ بیٹھا ہوں میں تجھ سے ترے کوچے کا پتہ　　تیرے حالات نے کیسی تری صورت کر دی
کیا ترا جسم ترے حسن کی حدت میں جلا　　راکھ کس نے تری سونے کی سی رنگت کر دی

''مسیحا بھی ہمارے دور کے بیمار کتنے ہیں''

ابوالمجاہد زاہدؔ

گلہ کس سے کریں اغیار دل آزار کتنے ہیں　　ہمیں معلوم ہے احباب بھی غم خوار کتنے ہیں
سکت باقی نہیں ہے قم باذن اللہ کہنے کی　　مسیحا بھی ہمارے دور کے بیمار کتنے ہیں
یہ سوچو کیسی راہوں سے گزر کر مَیں یہاں پہنچا　　یہ مت دیکھو مرے دامن میں الجھے خار کتنے ہیں
جو سوتے ہیں نہیں کچھ ذکر ان کا وہ تو سوتے ہیں　　مگر جو جاگتے ہیں ان میں بھی بیدار کتنے ہیں
بہت ہیں مدعی سچ کی طرف داری کے اے زاہدؔ　　مگر جو جھوٹ سے ہیں برسرپیکار کتنے ہیں

''اپنی تنہائیوں کا مزا سرِ بازار لے''

جہانگیر خاں۔لندن

شب بھر روئے دن ہنس کے گزار لے　　خزاں کو بھول جا لطفِ بہار لے
رنج و الم کا مداوا رونا نہیں ہوتا　　نفرت کی دنیا میں پیار دے پیار لے
تری سسکیاں سنے گا کون یہاں　　اپنی تنہائیوں کا مزا سرِ بازار لے
پیر پسارے کب تک پڑا رہے گا　　لباسِ اداسی اتار دے زندگی سنوار لے
تُو ہی جیتے گا بہرحال بازی آخر　　پہلے متاع زندگی تو ہار لے
مذہبِ عشق میں مایوسی حرام ہے　　جنونِ عشق میں سجدے سنوار لے
شرابِ عشق کا نشّہ نشیلا ہے بڑا　　شب و روز اسے پی کے خمار لے
شیخ کے اخلاص پہ نہ جائیو حسنؔ　　خدا کو سجدے اور ابلیس سے ادھار لے

باتبصرہ خبریں

عدالتوں کے فیصلے

عدالتوں کے فیصلے تواتر کے ساتھ مایوس کن آ رہے ہیں۔ بحریہ ٹاؤن والے ملک ریاض کے ساتھ عدالت کے اندر معزز جج صاحبان کے ساتھ مول تول پاکستان کی عدلیہ کی تاریخ کا عجیب واقع تھا۔ اسی طرح نواز شریف کی بیماری کی بنیاد پر چھ ہفتے کے لیے ضمانت پر رہائی بھی بقول جناب اعتزاز احسن عدلیہ کی تاریخ کا پہلا واقع ہے۔ اس وقت پاکستانی جیلوں میں ۸۰ ہزار قیدی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں اور ان میں سے آٹھ ہزار قیدی معذوری کے زمرے میں آتے ہیں۔ ساری دنیا میں اصول یہ ہے کہ بیمار قیدی کو طبی امداد دی جاتی ہے تو اسے اسپتال علاج کی غرض سے بھیجا جاتا ہے، گھر نہیں۔ اسی طرح شہباز شریف کو بغیر کسی ثبوت کے تفتیش کے لیے حراست میں رکھا گیا، اور اب اچانک انکی ضمانت پر نا صرف رہائی عمل میں آ گئی بلکہ انہیں بیرون ملک جانے کی بھی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ متذکرہ دونوں فیصلوں کی روشنی میں صاف دکھائی دے رہا ہے کہ نواز شریف، شہباز شریف اور ڈیل کروانے والے دلال ڈیل کے بالکل قریب پہنچ چکے ہیں، صرف چند زیرو بڑھانے پر اصرار کیا جا رہا ہے جو کہ مول تول کر کے طے کر لیے جائیں گے۔ ملک ریاض کے ساتھ عدلیہ کی ڈیل میں بھی دو سو ارب روپے کی ملک ریاض کی آفر کو عدلیہ نے ٹھکرا دیا تھا، جس پر آفر کو دو سو پچاس ارب روپے کر دیا جس پر معزز جج بھڑک گئے اور کہا کہ ساڑھے چھ سو ارب پر ڈیل ہو سکتی ہے اور آخر کار چار سو ساٹھ ارب روپے (آٹھ برس کی اقساط) پر معاملات طے ہو گئے۔ مول تول کی وجہ سے چند مہینے لگ گئے تھے اور جب ملک ریاض نے معزز ججوں کا مطالبہ مان لیا تو کمرہ عدالت تالیوں سے گونج اُٹھا تھا اور ملک ریاض کلین چٹ لے کر خوشی خوشی نئے آسمان چھونے کے لیے گھر چلا گیا تھا۔ یاد رہے ملک ریاض نے کراچی، راولپنڈی اور مری میں ۷ ہزار ایکڑ ناجائز زمین پر بحریہ ٹاؤن بنا کر ہزاروں ارب روپے کمائے تھے، چار سو ساٹھ ارب روپے دے کر سب کچھ جائز اور حلال کر دیا گیا۔ شاید اب نواز شریف و شہباز شریف بھی جلد اربوں یا شاید کھربوں روپے دینے کے بعد کلین چٹ حاصل کرنے ہی والے ہیں، مگر اس ڈیل کو منظر عام تک آنے میں لمبی مدت درکار ہو گی کیونکہ شریف کی عزت بھی تو رکھنی چاہیے۔

سعودیہ میں پاکستانیوں کی حالت زار

وزیر مملکت برائے داخلہ شہریار آفریدی نے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے صدر سعودی شہری ڈاکٹر احمد یوسف الدرویش سے ملاقات کر کے سعودی عرب کی کرتوتیں بتاتے ہوئے کہا ہے:۔

''سعودی عرب میں پاکستانیوں سے اچھا سلوک نہیں ہوتا۔ سعودی عرب سمیت عرب ممالک میں پاکستانیوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا ہے، جیلوں میں ڈالا جاتا ہے، تنخواہیں نہیں دی جاتیں۔ اس حوالے سے ہم درخواست کریں گے کہ آپ اس حوالے سے بتائیں، ہم اس پر بہت سخت ناراض ہیں، یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر میں ڈرگ ڈیلر ہوں، ایک بزرگ کو عمرہ یا حج کرانے کے بہانے ٹکٹ اور ویزا لے دوں اور اس کے سامان میں پاوڈر بھی رکھ دوں، اس بیچارے کا سر قلم کر دیا جاتا ہے، تحقیقات کیوں نہیں کرتے؟ سعودی جیلوں کی ایک بیرک میں 15 بندوں کی جگہ ہے تو وہاں پر 200 بندے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ ہمارے پاکستانیوں کی تذلیل ہے۔ گوروں کو تو کوئی دیکھتا ہی نہیں ہے۔ میرا پڑھا لکھا بچہ سعودی عرب جاتا ہے تو اس کی تنخواہ چار یا پانچ ہزار ریال سے شروع ہوتی ہے اور گوری چمڑی والے نالائق کو 30 سے 40 ہزار ریال ملتے ہیں۔ ہم خود مسلمانوں کو کم تر ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم نے کسی سے کچھ نہیں مانگنا۔ ہمارا ایمان اللہ پر ہے۔ ہم سعودی عرب کو عزت دیں گے لیکن سعودی عرب سے کہیں گے کہ پاکستانیوں کو بھی گلے لگاؤ۔''

شہریار آفریدی کے اس سچے کھرے بیان پر ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے وزیر اعظم عمران خان نے شہریار آفریدی کو سعودی عرب سے معذرت کی ہدایت کر دی اور شہریار آفریدی نے معافی مانگ لی، معافی مانگنے کے باوجود سعودی عرب کی ناراضگی برقرار، شہریار آفریدی کی وزارت خطرہ میں پڑ گئی۔

اصل بات یہی ہے کہ بھوک انسانوں ہی کو نہیں قوموں کو بھی بے غیرت بنا دیتی ہے۔ جہاں سے قوم کی بھوک مٹانے کے لیے تین بلین ڈالر کا ادھار تیل لینا ہوں، تین بلین نقد لینے ہوں، دس بلین ڈالر کی آئل ریفائنری لگوانی ہو اس محسن کو کھری کھری سنانا کیا بے غیرتی نہیں کہلائے گی؟

بقایا: برصغیر پاک و ہند

اسلامی ممالک میں اقلیتوں کی حالت زار

بعد شہر درہ پر حملہ کر دیا اور اسے بھی فتح کر لیا۔ شہر درہ سے اس نے بیشمار بیش قیمت مال و اسباب پر ہاتھ صاف کیا اور اس شہر سے ایک لاکھ لونڈیاں و غلام بنائے۔'' سلطان ابراہیم کے چھبیس بیٹے تھے اور بیٹیوں کی تعداد چالیس تھی ۴۹۲ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلطان بنا، اس نے سلطان سنجر کی بہن مہوعراق کے ساتھ شادی کی اور سالار حاجب طغا کو ہندوستان پر حملے کا حکم دیا اس نے ان علاقوں کو لوٹا جنہیں کبھی محمود نے لوٹا تھا۔ بیشمار مال و دولت حاصل کر کے طغا لوٹ آیا۔ سولہ برس بعد مسعود مر گیا اور اس کا بیٹا شیر زاد تخت نشین ہوا، ایک برس بعد شیر زاد اپنے بھائی ارسلان شاہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ارسلان بادشاہ بن گیا۔ ارسلان نے بادشاہ بنتے ہی سوائے ایک بھائی سبھی کو گرفتار کر لیا، بچ جانے والا بھائی بہرام شاہ تھا جس نے سلطان سنجر یعنی اپنے ماموں کے پاس پناہ لی۔ بہرام شاہ نے اپنے ماموں سلطان سنجر کے ساتھ مل کر غزنی فتح کر لیا، ارسلان شاہ ہندوستان بھاگ گیا۔ سلطان سنجر کے غزنی چھوڑنے کی اطلاع پر ارسلان دوبارہ حملہ آور ہوا اور بہرام کو قلعہ بامیان میں محصور ہونا پڑا۔ سلطان سنجر نے ارسلان پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا اور بہرام کے حوالے کر دیا بہرام نے اپنے ۲۷ سالہ بھائی کو قتل کر دیا۔ بہرام شاہ ارسلان کو قتل کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا ایک جرنیل کو غداری کی سزا دی۔ بہرام شاہ نے اپنے آخری زمانے میں اپنے داماد قطب الدین سوری کو قتل کروا دیا تو اس کا حقیقی بھائی سیف الدین ثوری سوری نے بدلہ لینے کے لیے غزنی پر حملہ کر کے بہرام کو کرمان کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ غزنی کے امراء اور بہرام نے ایک چال چل کے سیف کو گرفتار کر کے منہ کالا کر کے شہر میں پھرا کر قتل کر دیا اور اس کا سر سلطان سنجر کو بھیج دیا۔ جب سیف الدین سوری کے بھائی علاؤالدین سوری کو اس کے انجام کی خبر ہوئی تو اس نے غزنی پر حملہ کر کے بہرام شاہ کو ہندوستان بھاگنے پر مجبور کر دیا اور شہریوں اور امراء کو نہایت بے دردی سے قتل کیا۔ اس جنگ میں بہرام کا جواں سال بیٹا بھی مارا گیا۔ چند روز بعد بہرام بھی مر گیا اور غزنی پر علاؤالدین غوری کے حملے کی اطلاع پر سلطان بننے والے بہرام کے بیٹے خسرو شاہ نے لاہور میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ آ گیا اور حکومت کرنے لگا۔ ۵۵۵ھ میں خسرو شاہ فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا خسرو ملک تخت نشین ہوا اور لاہور کو دارالسلطنت قرار دیا اپنے باپ دادا کے مفتوحہ علاقوں کو زیر کر کے حکومت چلاتا رہا۔ غوریوں نے غزنی پر قابض ہونے کے بعد غزنویوں کا پیچھا ہندوستان میں بھی نہ چھوڑا پے در پے حملے کر کے نہ صرف غزنویوں کے اقتدار کا سورج ڈبو دیا بلکہ ان کی عزت بھی خاک میں ملا دی۔ خسرو ملک کو شہاب الدین غوری نے گرفتار کر کے فیروزکوہ کے حاکم غیاث الدین کے پاس بھیج دیا جس نے خسرو ملک اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے غزنوی سلطانوں کا خاتمہ کر دیا۔

بقایا: کیا یہ وہی دَور تو نہیں؟

حضرت شاہ رفیع الدینؒ فرماتے ہیں کہ (امام مہدی سے) بیعت کے وقت آسمان سے اِن الفاظ میں آواز آئے گی۔ "**ھٰذا خلیفتہ اللّٰہ المھدی فاستمعو له و اطیعوا**" کہ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات غور سے سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ اور اس آواز کو اس جگہ کے تمام خاص و عام سنیں گے۔ (اللہ کا خلیفہ مہدی یعنی نبی۔ قرآن مجید میں نبیوں کو خلیفہ اللہ بھی کہا گیا ہے) (ترجمہ قیامت نامہ صفحہ ۱۰)

حضرت امام باقرؒ کا قول ہے کہ امام مہدی کے نام پر ایک منادی کرنے والا آسمان سے منادی کرے گا اس کی آواز مشرق میں بسنے والوں کو بھی پہنچے گی اور مغرب کے رہنے والوں کو بھی۔ یہاں تک کہ ہر سونے والا جاگ اُٹھے گا۔ (المہدی الموعود المنتظر عند علماء اہل السنتہ والامامیہ صفحہ ۲۸۴)

"**وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْض**" (سورۃ آل عمران آیت ۸۴) تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقرؒ سے منقول ہے کہ یہ آیت آل محمد ﷺ کے متعلق نازل ہوئی اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب قائم آل محمدؑ کا ظہور ہو گا تو روئے زمین کا کوئی حصہ ایسا نہ ہو گا جس میں **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کی شہادت کا اعلان نہ ہو۔

(حاشیہ مقبول صفحہ ۱۱۹ سورۃ آل عمران بحوالہ اسلامی کلمہ افادات صفحہ ۳۶ از علامہ علی شیر حیدری ترتیب مولانا عبدالرحیم بھٹو جامعہ حیدریہ کراچی طباعت اکتوبر ۲۰۰۳) (بقایا اگلے شمارہ میں)

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on **020 3674 7909**

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL 07792998973

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00
Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973
Email: info@rhacs.co.uk

Welcome to

ZheGerman

Not Just Different But Better

020 3903 7222

Meal Deals

Doner Kebab Meal

Doner Kebab with Fries
£7.99

Buy One Get One Free

11 inch Hamburg
£10.99

Lunch Meal Deal

Any 7inch Pizza with Drink
£3.99

Doner Kebab
£.5.99

Party Pizza
£.19.99

Sides - Fries
£.1.00

Our Menu Dishes

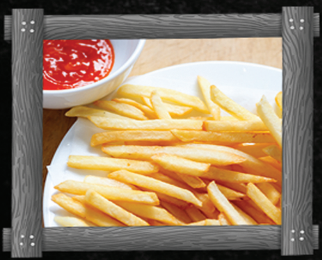

Delivery Starts Only After 5PM

http://zhegerman.co.uk

About Us

Order food online in Morden! It's so easy to use, fast and convenient. Try our new, online website which contains our entire takeaway menu. The Zhe German is located in Morden, London Borough Of Merton. You can now order online, all your favourite dishes and many more delicious options, and have them delivered straight to your door in no time at all.

Here at Zhe German we are constantly striving to improve our service and quality in order to give our customers the very best experience. As a result, we are finally proud to unveil and introduce our latest improvement, our new online ordering website! You can now relax at home and order your favourite, freshly prepared meals from Zhe German, online. You can even pay online!

Zhe German in Morden will always be offering great food at affordable prices. Please feel free to browse our new website and place your order online. Remember to check our new online ordering site to get up to date prices and exclusive special offers, limited to our online customers only! Thank you for visiting Zhe German in Morden, London Borough Of Merton. We hope you enjoy our online ordering website and your food.

Open 7 Days A Week
12.00 PM - 03.00 AM

Free Delivery
Minimu Order £10

Zhe German
63 St Helier Avenue,
Morden London
Borough Of Merton,
SM4 6HY